لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

دسمبر ۲۰۰۰ء

فتح ۱۳۷۹ ہش

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM**, INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. Box 226
Chauncey, OH 45719-0226

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

۱۸۴۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

۱۸۵۔گنتی کے چند دن ہیں۔پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

۱۸۷۔اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ، عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

۱۸۸۔ تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے تعلقات جائز قرار دیئے گئے ہیں۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اپنے نفسوں کا حق مارتے رہے ہو۔ پس وہ تم پر رحمت کے ساتھ جھکا اور تم سے درگذر کی۔ لہٰذا اب ان کے ساتھ (بے شک) ازدواجی تعلقات قائم کرو اور اس کی طلب کرو جو اللہ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے تمہارے لئے ممتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

دسمبر ۲۰۰۰ء

فتح ۱۳۷۹ ہش

فہرست مضامین

نگران: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ
ایڈیٹر: سید شمشاد احمد ناصر

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں

روزہ اور اسکی اہمیت

— عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ . وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ ، اِنِّیْ صَائِمٌ . وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ . لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا ، اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ - (بخاری کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم اذا شتم)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لیے ہیں مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اسکی جزا بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے، پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

— عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ -

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بیکار ہے۔

— عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ -

(بخاری کتاب الصوم باب هل یقال رمضان او شهر رمضان)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

— عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ وَاَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

(بخاری کتاب الصوم باب متی یحل فطر الصائم)

حضرت عمر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آجائے اور دن چلا جائے یعنی سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہیئے۔

— عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ -

(بخاری کتاب الصوم باب تعجیل الافطار)

حضرت سہل بن سعد رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ افطار کرتے ہیں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت، بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔

— عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا نَسِیَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ

فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔

(بخاری کتاب الصوم باب الصائم اذا اکل اوشرب)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھول کر روزے میں کھاپی لے (اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا) وہ اپنا روزہ پورا کرے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو کھلایا پلایا ہے۔یعنی اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔

— عَنِ الرَّبَابِ عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ، وَقَالَ: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ۔

(ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ)

حضرت رباب اپنے چچا حضرت سلمان بن عامرؓ سے بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افطاری کھجور سے کرو اور اگر کھجور کسی کو میسر نہ ہو تو سادہ پانی سے کرو۔ اسی طرح فرمایا کہ کسی غریب کی مدد کرنا تو صرف صدقہ ہے لیکن اپنے کسی غریب عزیز کی مدد کرنا دُہرا ثواب ہے یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

— عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب القول عند الافطار)

حضرت معاذ بن زہرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ یعنی اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا ہے اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے میں روزہ کھول رہا ہوں۔

— عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب القول عند الافطار)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرنے کے بعد یہ فرماتے تھے ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہوگئیں اور اَجر ثابت ہوا یعنی انشاء اللہ اس کا ثواب ضرور ملے گا۔

— عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئٌ۔

(ترمذی کتاب الصوم باب فضل من فطر صائماً)

حضرت زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جو روزہ افطار کرائے اسے روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔لیکن اس سے روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی

— عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے۔اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوّال کے بھی چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں (کیونکہ ایک روزے کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح چھتیس روزوں کا تین سو ساٹھ گنا ثواب ملے گا)

— عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

(بخاری کتاب الصوم۔ باب فضل من قام رمضان ص۲۶۰/۱، مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیّت سے رمضان کی راتوں میں اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

— عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ کَانَ مُتَحَرِّیَهَا فَلْیَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ۔

(بخاری کتاب الصوم باب التمسوا لیلۃ القدر فی السبع الاواخر)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہؓ کو لیلۃ القدر خواب میں رمضان کے آخری سات دنوں میں دکھائی گئی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری ہفتہ پر متفق ہیں اس لیے جو شخص لیلۃ القدر کی تلاش کرنا چاہے وہ رمضان کے آخری ہفتہ میں کرے۔

— عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْهَا؟ قَالَ: قُوْلِیْ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو اس میں مَیں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ تم یوں دُعا کرنا: اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے بخشش کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔

— عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ اَوْصَانِیْ حَبِیْبِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَا عِشْتُ بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰی وَبِاَنْ لَا اَنَامَ حَتّٰی اُوْتِرَ۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ)

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی تاکید فرمائی جن کو میں زندگی بھر نہیں نہیں چھوڑوں گا۔ ایک آپؐ نے یہ فرمایا کہ میں ہر مہینے میں تین روزے رکھوں، دوسرے چاشت کی نماز پڑھوں، تیسرے وتر پڑھے بغیر نہ سوؤں۔

رمضان کا مہینہ

مومن کے لئے سب سے زیادہ محفوظ مہینہ ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء)

لندن (۲۶ جنوری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے روزوں کی فضیلت کے مضمون کو قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں تفصیل سے بیان فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ رمضان کے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تھا۔ اس حوالہ سے حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعض احادیث [illegible] فرمائیں اور بتایا کہ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ روزے رکھتا ہے اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ حضور نے بتایا کہ تہجد کی نماز خصوصیت سے رمضان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس پہلو سے روزہ رکھنے والوں کے لئے تہجد میں داخل ہونے کا ایک راستہ کھل جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بچوں کو بھی سحری کے لئے اٹھنے کی عادت ڈالیں اور جو روزہ نہیں رکھ سکتے وہ اس وقت نوافل ہی پڑھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حدیث کے حوالے سے بتایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رمضان کے مہینہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو کوئی برا کام کرے۔ بلکہ یہ خوش خبری ان مومنوں کے لئے ہے جو قرآن اور حضرت محمدؐ رسول اللہ کی اطاعت کے دائرے میں رہتے ہیں۔ رمضان ان کے لئے اتنی نیکیوں کا پیغام لاتا ہے اور اتنے تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے کہ ان کے لئے ممکن ہی نہیں رہتا کہ وہ کوئی ایسی حرکت کریں جو انہیں دوزخ کی طرف لے جائے۔ رمضان کا مہینہ مومن کے لئے سب سے زیادہ محفوظ مہینہ ہے کیونکہ ہمہ وقت اس کی توجہ اس طرف رہتی ہے کہ میں اس مہینہ میں نیکیاں کما کر گزاروں اور بدیاں جھاڑ کر گزاروں۔ حضور نے فرمایا کہ ہر انسان کا ایک شیطان ہے جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ مومن کا وہ شیطان رمضان میں جکڑا جاتا ہے۔ اس کو مستقل جکڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ جہنم کا دروازہ ان لوگوں کے لئے کھل جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور قرآن کے دائرے سے باہر زندگی بسر کرتے ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

روزہ پھر تیسری بات جو اسلام کا رُکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

رمضان المبارک کو پانچوں نمازوں، نمازِ تہجد، نمازِ تراویح، تلاوتِ قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کثرت سے صدقہ وخیرات کے ذریعہ مزیّن کریں۔

رمضان مبارک ہو

رمضان المبارک کے دس خاص مسائل

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

ذیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بیش قیمت مضمون ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے جو آپ نے رمضان کے مسائل کے متعلق اپریل ۱۹۵۷ء میں رقم فرمایا تھا۔ [ادارہ]

(۱) رمضان مبارک وہ مبارک مہینہ ہے جس میں خدائے قدوس کی آخری شریعت کے نزول کا آغاز ہوا اور کلام الٰہی اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اس مہینہ کو روزہ کی خاص عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء ہوں۔ اس مہینہ میں ہر اس عاقل بالغ مرد و زن پر روزہ واجب ہے، جو بیماری کی حالت میں نہ ہو۔ مگر ڈیوٹی کے لحاظ سے دائمی سفر میں رہنے والوں کو روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ ان کا سفر ایک گونہ قیام کا رنگ رکھتا ہے۔

(۲) بیمار یا مسافر کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ بیماری یا سفر کی حالت گزرنے کے بعد چھوڑے ہوئے روزے رکھ کر اپنے روزوں کی گنتی پوری کرے تاکہ اس کی عبادت کے ایام میں فرق نہ آئے۔ اور ثواب میں کمی واقع نہ ہو۔ اس غرض کے لئے حائضہ عورت بھی بیمار کے حکم میں ہے مگر بیماری اور سفر میں روزہ ملتوی کرنے کے باوجود رمضان کی دوسری برکات سے حتی الوسع متمتع ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۳) جو شخص بڑھاپے یا دائم المرض ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہو اور بعد میں گنتی پوری کرنے کی امید بھی نہ رکھتا ہو (بہانہ کے طور پر نہیں بلکہ حقیقۃً) اس کے لئے یہ حکم ہے کہ روزہ کے بدل کے طور پر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے مہینہ بھر کے کھانے کے اندازہ سے فدیہ ادا کرے۔ یہ فدیہ کسی مقامی غریب اور مسکین کو نقدی یا طعام ہر دو صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے اور اس غرض کے ماتحت مرکز میں بھی بھجوایا جا سکتا ہے۔ حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت بھی اسی حکم کے ماتحت آتی ہے، یعنی وہ روزہ رکھنے کی بجائے فدیہ ادا کر سکتی ہے۔

(۴) روزہ طلوع فجر یعنی پو پھوٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک رکھا جاتا ہے اور اس میں کھانے پینے یا بیوی کے ساتھ مباشرت کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے مگر بھول چوک کر کوئی چیز کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ سحری کھانے میں دیر کرنا اور افطاری میں جلدی کرنا سنت نبویؐ ہے۔ تا خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اپنی خواہش کی آمیزش نہ ہونے پائے۔

(۵) روزہ رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ اپنا وقت خصوصیت سے نیکی اور تقویٰ طہارت اور صداقت قول اور صداقت عمل میں گزارے اور ہر قسم کی بدی اور بیہودگی سے کلی اجتناب کرے۔ مگر اس نیت سے نہیں کہ رمضان کی قید کے ایام کے بعد پھر سستی اور بدی کی مادر پدر آزادی کی طرف لوٹ جائے گا بلکہ اس نیت سے کہ وہ اس ٹریننگ کے نتیجہ میں ہمیشہ نیک اور متقی رہنے کی کوشش کرے گا۔ اور خشیت اللہ کو اپنا شعار بنائے گا۔

(۶) روزوں کے ایام میں نمازوں کی پابندی اور تلاوت قرآن مجید اور دعاؤں اور ذکر الٰہی اور درود شریف میں شغف خاص طور پر ضروری ہے اور روزوں کی راتوں میں تہجد کی نماز کی بڑی تاکید آئی ہے۔ تہجد کی نماز مومنوں کو ان کے مخصوص انفرادی مقام محمود تک پہنچانے اور نفس کی خواہشات کو کچلنے اور دعاؤں کی قبولیت کا رستہ کھولنے اور انسان کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں بے حد مؤثر ہے (یہ سب قرآنی اشارات ہیں) دن کے اوقات میں ضحیٰ یعنی اشراق کی نماز بھی بڑے ثواب کا موجب ہے۔ تہجد کا بہترین وقت نصف شب اور فجر کی نماز کے درمیان کا وقت ہے۔

(۷) رمضان کے مہینہ میں صدقہ و خیرات اور غریبوں اور مساکین اور یتامیٰ اور بیوگان کی امداد حسب توفیق زیادہ سے زیادہ کرنی چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ہمارے آقا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ غریبوں کی امداد میں ایسی تیز آندھی کی طرح چلتا تھا جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔ رمضان کا یہ صدقہ و خیرات فدیہ رمضان اور صدقۃ الفطر کے علاوہ

(۸) جن لوگوں کو توفیق ہو اور فرصت مل سکے اور حالات موافق ہوں ان کے لئے رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد کے اندر اعتکاف بیٹھنا موجب ثواب ہے۔ یہ ایک قسم کی وقتی اور محدود رہبانیت ہے جس کے ذریعہ انسان دنیا سے کلی طور پر نہ کٹنے کے باوجود انقطاع الی اللہ کا ثواب حاصل کرتا ہے۔ اعتکاف میں دن رات مسجد میں بیٹھ کر عبادت اور ذکر الٰہی اور دعاؤں اور تلاوت قرآن مجید اور دینی مذاکرات میں وقت گزارنا چاہئے اور نیند کو کم سے کم حد میں محدود رکھنا چاہئے۔ رفع حاجت یعنی پیشاب پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہے اور رستہ میں کسی مریض کی مختصر سی عیادت کرنے میں بھی حرج نہیں۔

(۹) رمضان کے آخری عشرہ میں اور خصوصاً اس کی طاق راتوں میں ایک رات ایسی آتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص الخاص برکتوں سے معمور ہوتی ہے۔ اسے لیلۃ القدر یعنی بزرگی والی رات کہتے ہیں۔ اس میں دعائیں بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور رحمت کے فرشتے مومنوں کے قریب تر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آخری عشرہ کی راتوں میں زیادہ دعائیں کی جائیں اور نوافل پر زیادہ زور دیا جائے۔ اور رات کی مردہ تاریکی کو روحانی زندگی کے نور سے بدل دیا جائے۔ لیلۃ القدر گویا خدا کی طرف سے مومنوں کے لئے اختتام رمضان کا ایک مبارک ہدیہ ہے۔

(۱۰) عیدالفطر سے قبل غرباء کی امداد کے لئے صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے۔ اس کی مقدار ایک صاع گندم یا نصف صاع گندم کے حساب سے مقرر ہے۔ جو گھر کے ہر مرد عورت اور ہر لڑکے لڑکی بلکہ بے تنخواہ کام کرنے والے نوکروں کی طرف سے بھی ادا کرنی لازم ہے۔ یہ رقم گندم کی رائج الوقت قیمت کا اندازہ ہونے پر مقامی محصلوں کو ادا کرنی چاہئے تاکہ مناسب انتظام کے ساتھ اچھے وقت پر غرباء میں تقسیم ہو سکے۔ وتلک عشرۃ کاملۃ۔

نوٹ: رمضان اور عید الفطر کے بعد شوال کی دوسری تاریخ سے لے کر سات تاریخ تک چھ نفلی روزے رکھنا مسنون ہے اور موجب ثواب۔ جس طرح نماز کے بعد کی سنتیں ہوتی ہیں یہ گویا روزوں کے بعد کی سنتیں ہیں۔

رمضان سلامت..... سارا سال سلامت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"دوسری حدیث میں ہے رمضان سلامت رہا تو سارا سال سلامت رہا۔ اس حدیث میں جو مومن سے توقع ہے کچھ اس کا بھی بیان ہے کہ وہ مومن جو حقیقت میں رمضان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور کوئی تقاضا توڑتا نہیں اس کے لئے خوش خبری ہے کہ اس کا آئندہ سارا سال سلامتی سے گزرے گا۔ پس پہلی جو احادیث تھیں ان میں ماضی کے تعلق سے خوشخبری دی گئی تھی یعنی پچھلے جو گناہ ہیں وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ گزشتہ کوتاہیاں جو ہوئیں ان سے صرف نظر فرمایا جائے گا۔ اس لئے فکر نہ کرو اگر رمضان نصیب ہوگیا تو جو کچھ پہلے لغزشیں ہوئیں' کوتاہیاں ہوئیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف فرمادے گا۔ اب اس حدیث میں یہ خوش خبری ہے کہ اگر تم صحیح طور پر رمضان کے تقاضے پورے کروگے تو رمضان کا مہینہ تمہیں بچالے جائے گا اور تمہارا پورا سال بچادے گا۔

پس تم نے رمضان کے مہینے میں جو رستہ اختیار کیا ہے وہ پورے سال تک کے لئے رمضان سے طاقت پائے گا اور سیدھا رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گولی بندوق کی نالی سے نکلتی ہے اگر چھوٹی نالی ہو تو بہت جلدی وہ رستے سے بھٹک جاتی ہے اور جتنی لمبی نالی ہو اتنی زیادہ دیر تک سیدھی نشانے کی طرف حرکت کرتی ہے۔ پس اسی لئے لمبی نالیوں سے دور کے نشانے لئے جاتے ہیں۔ چھوٹی نالیوں سے نزدیک کے نشانے لئے جاتے ہیں۔ پس تیس دن کا جو خدا تعالیٰ نے رمضان رکھا۔ یہ ایک ایسی نالی ہے جس میں اگر آپ سیدھے رہ کر گزریں اور رمضان کے حقوق ادا کرتے ہوئے گزریں تو سارا سال آپ کو سیدھا رکھے گی یہاں تک کہ اگلا رمضان آجائے گا اور پھر اگلے رمضان میں ایک اور نالی میں پھر دوبارہ داخل ہوں گے پھر آپ کو سیدھا کیا جائے گا' آپ کی کجیاں صاف کی جائیں گی۔ تو ساری زندگی بچتی ہے اصل میں۔ ایک رمضان کو آپ سلامتی سے گزارلیں تو گویا اگلا سال سلامتی سے گزر گیا اور جب ہر دو رمضان کے درمیان سال سلامتی سے گزرے تو دوسرے معنوں میں ساری زندگی سلامتی سے گزر جائے گی"۔

چاند دیکھنے کی دعا

"ایک ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول عند رویہ الھلال میں مذکور حدیث ہے۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا کرتے۔ اے میرے خدا یہ چاند امن و امان اور صحت و سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔ یہ جو دعا ہے اس سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی وسیع تر نظر کی طرف خیال متوجہ ہوتا ہے ۔ رمضان کا مہینہ بہت برکتوں والا ہے لیکن رمضان کا چاند جو امن کا پیغام لاتا ہے' جو نیکی کا پیغام لاتا ہے آپ یہ دعا نہیں کرتے کہ اس مہینے کا چاند روزانہ ایسا نکلے۔ آپ فرماتے ہیں اے خدا ہمارا سارا سال ایسا ہو جائے کہ وہ برکتیں جو اس چاند کے ساتھ وابستہ ہیں' وہ امن جو اس چاند کے ساتھ وابستہ ہے' وہ ہمارے، ہر روز کے چاند کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ امن اور صحت اور سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی چاند کے ساتھ کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرمودات' بعض اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا نشان بنتا ہے تو اچھا لگتا ہے اس کے بغیر اس سے ہمارا ذاتی تعلق کوئی نہیں ہے۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے تو خیر و برکت اور رشد و بھلائی کا چاند بن۔ اس کی عربی یاد کرنا تو مشکل ہوگا لیکن اردو الفاظ یاد رکھیں۔ میں ایک دفعہ پھر دہراتا ہوں۔ جب نیا چاند نکلتا تو آنحضور ﷺ اپنے رب کے حضور یہ دعا عرض کرتے

اے میرے خدا یہ چاند امن و امان اور صحت و سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے تو خیر و برکت

اور رشد و بھلائی کا چاند بن"۔

آخری۔ دعا

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخر پر جس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہیں اب اتنا سا وقت رہ گیا ہے کہ میں یہ دعا پڑھ کر اس خطبے کو ختم کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں:

"پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ' یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔"

اس لئے روزے میں حائل ہونے والی بیماریوں کا علاج بھی یہ دعا ہے جو اس مہینے میں کثرت سے کرنی چاہئے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھے تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور (بہادر) ثابت کردے"۔

"جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا"۔

رمضان نے گزر ہی جانا ہے لیکن

"اس رمضان نے گزرنا ہے مگر ایک بات یاد رکھیں کہ آپ کی اور میری ہم سب کی زندگیوں نے بھی گزر جانا ہے۔ سب سے بڑی غفلت موت کے دن کو بھلانے سے ہے۔ رمضان کو تو آپ وداع کہہ دیں گے۔ مگر یاد رکھیں آپ کی جانیں' آپ کی روحیں بھی ایک دن آپ کو وداع کہیں گی۔ اس وقت ایسے حال میں وداع نہ کہیں کہ حسرت سے آپ ان روحوں کو واپس پکڑنے کی کوشش کریں کہ چلو واپس چلتے ہیں۔ اس دنیا میں دوبارہ گزارتے ہیں' نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ آخری دن آئیں کہ فی الرفیق الاعلیٰ آوازیں بلند ہو رہی ہوں۔ یہ پیغام ہے جو آنحضرت ﷺ کا پیغام ہے جو میں آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اکثر لوگ بھول جاتے ہیں مرنے کو حالانکہ سب سے زیادہ یقینی چیز مرنا ہے۔ جتنے ہم ہیں' سب کے سب نے ضرور مرنا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا بستر پر پڑے ہوں گے یا قتل ہوں گے یا اور ڈوبیں گے' جو بھی صورت ہوگی خدا کے نزدیک لازماً ہم نے مرنا ہے۔ اس لئے زندگی کے چند دن عیش' چند دن کی طغیانیاں' چند دن کی خدا تعالیٰ کی نافرمانیاں' یہ کب تک چلیں گی۔ جب مریں گے تو ضرور حسرت سے مریں گے اور دوبارہ یہ زندگی چاہیں گے۔ مگر یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔ یہی زندگی ہے جس کو اگر آپ لیلۃ القدر سے روشن کرلیں تو یہ زندگی پھر اس دنیا میں ہی نہیں اس دنیا میں بھی ساتھ دے گی۔ اس دنیا میں جس رفیق کو آپ پائیں گے' وہ آپ کو چھوڑے گا نہیں' مرتے وقت اس کے اور قریب ہوں گے' اس سے دور نہیں ہٹیں گے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ رمضان مبارک کے اس پیغام کو آپ بشدت بڑے غور کے ساتھ اپنی زندگیوں میں جاری کرنے کی کوشش کریں گے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۹۸ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳ مارچ ۹۸ء)

— عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً ۔

(بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور ومسلم)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔

جمعتہ الوداع یا جمعتہ الاستقبال

اصل تقدس جمعہ کا ہے یا نمازوں کا؟ بے شمار لوگوں کے لئے ایک فکر انگیز تحریر

"جمعتہ الوداع کے متعلق جو یہ تقدس کا تصور ہے یہ میں نہیں جانتا کب سے شروع ہوا۔ لیکن جمعتہ الوداع کے تقدس کا جو تصور ہندوستان اور پاکستان اور دنیا کے دوسرے علاقوں کے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی تاریخ بہت گہری دکھائی دیتی ہے ایک لمبے عرصے سے روایتا اس تقدس کے قصے چل رہے ہیں۔ اس خیال سے میں نے سوچا کہ اس دفعہ جب رمضان المبارک کے جمعتہ الوداع پر آپ سے بات کروں تو احادیث میں سے اس جمعے کی برکتوں کا ذکر نکال کر بطور خاص تحفہ آپ کے سامنے بیان کروں۔ لیکن بہت علماء بٹھائے، بہت کتابیں حدیثوں کی دیکھیں اشارۃ بھی کہیں جمعتہ الوداع کا ذکر نہیں ملتا۔ جمعہ کی برکتوں سے متعلق مضامین احادیث میں بکثرت ملتے ہیں۔ لیکن ہر جمعے کی برکت سے متعلق وہ مضامین ملتے ہیں مگر یہ تصور کہ گویا مسلمان ایک آخری جمعہ کا انتظار کر رہے ہوں اور اس جمعہ میں برکتیں ڈھونڈنے کے لئے بے چین اور بے قرار ہوں، یہ تصور احادیث نبوی میں، سنت میں، کہیں اشارۃ بھی مذکور نہیں۔

ہاں آخری عشرہ کی برکتوں کا ذکر بہت کثرت سے ملتا ہے اور جمعہ کی برکتوں کا سارے سال میں، جہاں بھی، جب بھی، جمعہ آئے اس کی برکتوں کا ذکر ملتا ہے۔ پس یہ بات میں آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ...... بھائی خواہ وہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے۔ جن کو بدنصیبی سے نماز پڑھنے کی عادت نہیں، جو سال میں ایک ہی مقدس دن کی تلاش میں تھے اور آج اس دن کی خاطر غیر معمولی طور پر (بیوت الذکر) میں اکٹھے ہو گئے ہیں ان تک یہ میری آواز پہنچے گی اور آج پہنچے گی۔ پھر شاید نہ پہنچے کیونکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دوبارہ ان کو پھر (بیوت الذکر) میں آنے کی توفیق ملتی ہے کہ نہیں۔ لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ان کو بتاتا ہوں کہ جمعتہ الوداع کا کوئی خاص تقدس نہ قرآن میں مذکور ہے نہ احادیث میں مذکور ہے۔ نہ سنت سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام کے عمل سے بعد میں ثابت ہے۔ پس جس دن کا آپ نے انتظار کیا تھا وہ تو اس پہلو سے خالی نکلا۔ لیکن جمعۃ المبارک کے تقدس کا بہت ذکر ملتا ہے۔ قرآن میں بھی ملتا ہے۔ احادیث میں بھی ملتا ہے اور یہ ہر جمعہ ہے جو ہر ہفتے آپ کے سامنے آتا ہے۔ اس کے علاوہ نمازوں کے تقدس کے ذکر سے تو قرآن بھرا پڑا ہے۔ جمعتہ الوداع تو سال میں ایک دفعہ آتا ہے۔ جمعۃ المبارک ہر ہفتے آتا ہے اور نماز دن میں پانچ مرتبہ آتی ہے۔ اور اس پانچ مرتبہ آنے والی چیز کا اس کثرت سے قرآن میں ذکر ہے کہ کسی اور عبادت کا اس طرح ذکر نہیں ہے۔ تو برکتوں سے بھرا ہوا نیک اعمال کا خزانہ ہے اس سے تو منہ موڑ لیتے ہو اور سارا سال ایک جمعے کا انتظار کرتے ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ اس جمعے کی کوئی اہمیت کہیں مذکور نہیں تو کم سے کم اس جمعے سے یہ برکت تو حاصل کر جاؤ، یہ جان لو کہ عبادت ہی میں برکت ہے۔ عبادت ہی میں خدا تعالیٰ کے فضل ہیں۔ عبادت ہی سے اس کی رضا وابستہ ہے۔ عبادت ہی سے دنیا کی خیر اور آخرت کی خیر وابستہ ہے۔ اور مومن کے لئے عبادت ہر روز پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ روز مرہ کی زندگی میں جب آپ (بیوت الذکر) کے پاس سے گزرتے ہیں تو اکثر آپ دیکھتے ہیں کہ (بیت الذکر) بہت بڑی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ جیسے بے وجہ اتنی بڑی (بیوت الذکر) بنا دی گئی ہیں۔ لیکن آج وہ دن ہے جب آپ کسی (بیت الذکر) کے پاس سے گزر کے دیکھیں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ (بیوت الذکر) سے نمازی چھلک چھلک کر باہر آ گئے ہیں۔ گلیاں بھر گئی ہیں۔ بعض بازار بند کرنے پڑے ہیں۔ لاہور ہو، کراچی ہو یا دنیا کے اور بڑے بڑے شہر، وہاں (بیوت الذکر) کے باہر جو بازار یا ملحقہ گلیاں ہیں وہاں بعض دفعہ دیکھیں گے کہ سائبان لگائے گئے ہیں اور جگہ جگہ بلاک کر کے سڑکوں کو بند کیا گیا ہے کہ آج یہاں نمازی نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ وہ نمازی ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ کو توقع ہے کہ ہر روز پانچ وقت جہاں

(بیت الذکر) میسر آئے وہاں جا کر نماز پڑھیں گے۔ اب اس سے آپ اندازہ کریں کہ ایک وہ تصور ہے جو قرآن اور سنت کا ہے عبادتوں کے متعلق، رحمتوں اور برکتوں کے متعلق رضوان اللہ کے متعلق؛ اور ایک وہ ہے جو عام دنیا میں رائج ہے اور...... سمجھتے ہیں کہ یہی ایک گر ہے نجات پانے کا۔ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔

حقیقی نجات خدا کی اطاعت میں ہے اور خدا کی اطاعت عبادت کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔ عبادت پہلا دروازہ ہے جو اطاعت کے لئے قائم فرمایا گیا ہے۔ اس دروازے سے داخل ہو گے تو پھر ساری اطاعتوں کی توفیق میسر آ سکتی ہے۔ جس نے یہ دروازہ اپنے پر بند کر لیا اس کے لئے کوئی اطاعت نہیں ہے۔ نماز کی اہمیت کے اوپر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اتنا زور دیا ہے اور پھر نماز باجماعت کی اہمیت پر کہ ایک موقعہ پر صبح کی نماز کے بعد آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اس وقت بھی (صبح کی نماز کے وقت) کچھ لوگ ہیں جو گھروں میں سوئے پڑے ہیں اور اگر خدا کی طرف سے مجھے اجازت ہوتی تو میں یہ باقی جو نمازی تھے ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے اٹھواتا اور ان کو ان کے گھروں میں جلا دیتا۔ مگر مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ میں داروغہ نہیں بنایا گیا۔

اب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر شفیق دل آپ کو دنیا میں ڈھونڈے سے کہاں ملے گا تصور میں نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عزیز علیہ ما عنتم یہ فرما کر فرمایا بالمومنین رؤف رحیم جب بھی خدا کے بندوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ یعنی اے لوگو! خدا کے بندو! عزیز علیہ ما عنتم اس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گزرتی ہے یہ خطاب کا پہلا حصہ عام ہے۔ پھر فرمایا جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے بالمومنین رؤف رحیم وہ تو جیسے اللہ اپنے بندوں پر رؤف اور رحیم ہے، جیسے اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور بار بار رحم لے کر آتا ہے اس طرح مومنوں پر تو یہ رسول رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ اس رسول کے منہ سے یہ کلمہ نکلا ہے کہ اگر مجھے یہ اجازت ہوتی تو میں لکڑیوں کے گٹھے اٹھوا کر ان نمازیوں کو ساتھ لے کر چلتا اور جو بے نماز ہیں ان کو ان کے گھروں میں جلا دیتا۔

دراصل اس میں ایک پیغام ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو عبادت نہیں کرتے وہ آگ کا ایندھن ہیں اور بہتر ہے کہ اس دنیا میں جل جائیں بہ نسبت اس کے کہ مرنے کے بعد کی آگ میں ڈالے جائیں۔ یہ حقیقی پیغام ہے اور عبادت ہی ہے جس کے ساتھ ساری نجات وابستہ ہے۔ پس وہ لوگ جو آج اس جمعے کی برکت ڈھونڈنے کے لئے جوق در جوق (بیوت) کی طرف آئے ہیں ان کو اندر جگہ نہیں ملی تو باہر گلیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سب تک، جن تک بھی یہ آواز پہنچے، میں یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ ہماری عبادت روزمرہ کی پانچ وقت کی عبادت ہے۔ اور ہر دفعہ جب اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو مومن کا فرض ہے کہ اپنے گھروں کو چھوڑے اور اس بیت کی طرف چل پڑے جہاں سے عبادت کے لئے بلایا جا رہا ہے حی علی الصلوہ حی علی الصلوہ حی علی الفلاح حی علی الفلاح۔ پانچ مرتبہ یہ آوازیں سنتے ہو کہ دیکھو نماز کی طرف چلے آؤ۔ نماز کی طرف چلے آؤ۔ کامیابیوں کی طرف چلے آؤ۔ کامیابیوں کی طرف چلے آؤ۔ اور پھر بھی جواب نہیں دیتے۔ پس وہ لوگ جن کو (بیوت) تک پہنچنے کی توفیق ہے اور توفیق کا معاملہ بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں کو توفیق ہے یا نہیں ہے۔ بعض دفعہ ایک بیماری دوسرے کو دکھائی دے نہیں سکتی۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں وہیں انسان کا قدم رک جانا چاہئے کہ ٹھیک ہے اگر تم بیمار ہو تو تمہارا معاملہ تمہارے خدا کے ساتھ اور ہمارا معاملہ ہمارے خدا کے ساتھ۔ لیکن ہر شخص خود جانتا ہے کہ اسے توفیق ہے کہ نہیں۔ پس جسے بھی توفیق ہے اس کا فرض ہے کہ پانچ وقت (بیوت) میں جا کر عبادت بجا لائے اور اگر پانچ وقت (بیوت) میں نہیں جا سکتا تو جہاں اس کو توفیق ہے وہیں (بیت) بنا لے۔ جہاں اس کے لئے ممکن ہو باجماعت نماز پڑھے یا پڑھائے اور اپنے ساتھ اپنے عزیزوں کو یا دوسروں کو اکٹھا کر لے تاکہ اس کی نمازیں باجماعت ہو جائیں۔ جو شخص اس بات کا عادی ہو جائے گا جس کے دل میں ہر وقت یہ طلب اور بے قراری ہو کہ میری ہر نماز باجماعت ہو جائے اس کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ وہ نمازیں جو باجماعت ممکن نہیں ہوں گی ان کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ

ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر وہ اذان دے کر باجماعت نماز کی نیت سے کھڑا ہو جائے گا تو کوئی اور اس کے ساتھ شامل ہونے والا نہ بھی ہو گا تو اللہ آسمان سے فرشتے اتارے گا وہ اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور اس کی نماز، نماز باجماعت ہی رہے گی۔ تو یہ وہ برکت ہے جو ہر روز پانچ دفعہ آپ کے سامنے آتی ہے، اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور سال میں ایک دفعہ جو جمعہ آ رہا ہے اس کی طرف توجہ ہے کہ وہی دن ہمارے گناہ بخشوانے کا دن ہے۔ اور کیا پتہ کوئی کس دن مرتا ہے یہ بھی تو سوچو! کیا ضرور جمعے کے معاً بعد بخشوانے کے بعد ہی تم نے مرنا ہے۔ حالانکہ جمعۃ الوداع کے ساتھ کسی بخشش کا ذکر مجھے تو نہیں ملا۔ لیکن اگر ہو بھی تو سال میں جو باقی تین سو چونسٹھ دن پڑے ہیں۔ ان دنوں میں عزرائیل بے کار کب بیٹھتا ہے۔ کیا مقدر اور لازم ہے کہ تم جمعے کے دن بخشش کروانے کے بعد مرو گے!! پس موت تو ہر وقت آ سکتی ہے۔ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ کوئی دن مقرر نہیں۔ تو روز مرہ کی پانچ وقت کی نمازیں اس لئے آتی ہیں کہ تم بخشی ہوئی حالت میں، دھلی ہوئی پاک حالت میں یہاں سے روانہ ہو۔

پس اس پہلو سے جماعت کو میں نماز باجماعت کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور وہ دوسرے مسلمان بھائی بھی جو رفتہ رفتہ ہمارے جمعہ میں ٹیلی ویژن کے ذریعے شامل ہو رہے ہیں اور یہ رجحان دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے ان کو بھی میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے بھائی بندوں کو، دوسروں کو بھی یہ پیغام پہنچا دیں کہ روز مرہ کی پانچ وقت کی نمازوں کا قیام کرنا، یہ قرآن کریم کے پیغامات کی جان ہے اور اگر...... اس بات پر قائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تمام دنیا...... کی اصلاح کا ایک ایسا نظام جاری ہو جائے گا جس سے خدا کے فضل سے (دین حق) کو وہ پرانی کھوئی ہوئی ظاہری عظمت اور شوکت بھی مل جائے گی کیونکہ ظاہری عظمت اور شوکت کا اصل تعلق اندرونی روحانی عظمت اور شوکت سے ہے۔ اگر اندرونی روحانی عظمت اور شوکت بحال ہو جائے تو ظاہری عظمت نے پیچھے آنا ہی آنا ہے۔ اگر اندرونی روحانی عظمت اور شوکت بحال نہ ہو تو ظاہری شوکت کے پیچھے آپ جتنا چاہیں چکر لگائیں کچھ حاصل بھی کر لیں گے تو بے معنی ہوگی، بے روح کے جسم ہو گا۔ خدا کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہو گی۔ پس اپنے اندرونوں کو سنواریں اور اندرونی عظمت کے پیچھے دوڑیں۔ اللہ تعالیٰ وہ عظمت عطا فرمائے جس کے متعلق خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم تم میں سب سے معزز انسان وہ ہے، سب سے عظیم شخص وہ ہے اور اللہ کی نظر میں ہے جو زیادہ متقی ہو۔ پس تقویٰ کے تقاضے تو عبادت کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

جمعہ کے دن جو برکتوں کا ذکر ملتا ہے وہ میں آپ کے سامنے ایک حدیث سے اس کی مثال رکھتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ روایت ابولبابہ بن عبدالمنذر کی۔ سنن ابن ماجہ باب فی فضل الجمعہ سے لی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے پاس اس کی بڑی عظمت ہے اور وہ اللہ کے نزدیک یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔"

اب یہ وہی بات ہے کہ جمعۃ الوداع کے علاوہ عیدین کی بڑی عظمت ہے مگر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ عیدین سے زیادہ ہر جمعہ کی عظمت خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے اور اس میں پانچ خوبیاں ہیں۔ ....

اسی دن وہ ساعت ہے کہ بندہ اللہ سے سوال نہیں کرتا مگر اللہ اسے وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام کے متعلق نہیں مانگتا۔ جمعے کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ فیض عام کی گھڑی ہے اس گھڑی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی انکار نہیں ہوتا مگر حرام مطالبے کا۔ حرام دعا کا۔ پس اگر تمہاری دعائیں نیک ہیں تو جمعے کے دن خصوصیت سے دعائیں کیا کرو اور یہ پیغام ان کے لئے ہے جو جمعہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ جمعہ کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور ہر وقت کوشش رہتی ہے کہ ان موانع کو جو جمعہ کے رستے میں حائل ہیں یعنی ان روکوں کو جن کی وجہ سے وہ جمعہ نہیں پڑھ سکتے کس طرح دور کریں۔

"اور جمعۃ الوداع کے تعلق میں کہ اس جمعے کا خیال کرو اس جمعے کا انتظار کرو۔ اس دن جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو آخری جمعہ ہو گا، اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ

ساری امت محمدیہ میں یہ بات رواج پا چکی ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ وہ لوگ بھی جنہوں نے سارا سال نماز نہ پڑھی ہو' وہ جمعۃ الوداع کے دن اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (بیوت الذکر) بھر کر اچھل پڑتی ہیں یعنی وہاں سے نمازی چھلک کر باہر نکل آتے ہیں۔ گلیوں میں تمبو تان لئے جاتے ہیں۔ بازار بند ہو جاتے ہیں اور ہر طرف ایک عظیم منظر دکھائی دیتا ہے عبادت کرنے والوں کا جو دیکھنے میں بہت اثر ڈالتا ہے۔ لیکن جو دردناک پہلو ہے' وہ یہ ہے کہ کہتے تو ہیں کہ خدا کی عبادت کے لئے ہم اکٹھے ہوئے ہیں اور خاص برکتیں حاصل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں مگر جمعۃ الوداع کو اس طرح وداع کہتے ہیں کہ جمعوں کو ہی وداع کہہ جاتے ہیں اور جمعوں سے بھی چھٹی' نمازوں سے بھی چھٹی اور اگلے جمعے جا کر دیکھیں تو بازار ہی خالی نہیں' (بیوت الذکر) بھی خالی ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور حیرت ہوتی ہے وہ لوگ آئے کہاں سے تھے؟ گئے کہاں؟ جو شمع کا پروانہ ہونے کے دعوے دار تھے۔ پروانے تو ہر رات میں جب شمع جلتی ہے پھر بھی آ جاتے ہیں۔ ان کا عشق تو اس سے ثابت ہے کہ وہ اپنی جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ جل جاتے ہیں مگر ان کی محبت کی شمع نہیں جلتی۔ وہ ہمیشہ روشن رہی ہے' ہمیشہ روشن رہے گی۔ تو یہ کیسی محبت ہے رمضان سے اور جمعۃ الوداع سے کہ آئے اور پھر اس طرح چلے گئے جیسے کبھی کوئی تعلق ہی قائم نہیں ہوا تھا۔ پس یہ ایک جذباتی بات ہے دیکھنے میں بہت ہی اثر پذیر منظر ہے کہ دیکھو کتنا عظیم جمعہ آیا ہے سارے بازار بھر گئے گلیاں بھر گئیں لیکن بعد کے آنے والے جمعہ کا بھی تو خیال کرو جب (بیوت الذکر) بھی خالی ہو چکی ہوں گی۔ وہی چند نمازی جو پہلے آیا کرتے تھے' وہی آئیں گے۔ شاید ان میں بھی کمی آ جائے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ ایک مہینہ خوب محنت کی ہے اب چند جمعے آرام بھی تو کر لیں۔ قرآن کریم جو منظر پیش کرتا ہے اس کے پیش نظر جیسا کہ میں نے بیان کیا اول تو جمعہ کا ذکر نہیں ہے۔ ذکر ہے تو رات کا ہے یا ذکر ہے تو سارے رمضان کا ہے۔......

آج جمعۃ الوداع ہے اور میں اس جمعہ کو جمعۃ الاستقبال بنانا چاہتا ہوں۔ یہ فرق ہے دو اصطلاحوں کا جو میں کھول دینا چاہتا ہوں۔ بکثرت ایسے لوگ ہیں جن کو اس جمعہ کا انتظار رہتا ہے جمعۃ الوداع کے طور پر۔ اور ایک میں ہوں جو کہ سارا سال اس کو جمعۃ الاستقبال بنانے کی خاطر میں انتظار کرتا ہوں۔ یہ کیا مسئلہ ہے؟ یہ میں کھول کر بات بیان کر دیتا ہوں کہ وہ لوگ جو جمعہ الوداع سمجھتے ہوئے یعنی اپنے جمعہ کو چھٹی دے دی جائے ہمیشہ کے لئے نیکیوں کو چھٹی دیدی جائے' روزوں کو چھٹی دے دی جائے۔ ذکر الٰہی کو چھٹی دے دی جائے اور اسے وداع کر دیا جائے' اس نیت سے جو لوگ اس جمعہ میں شامل ہوتے ہیں وہ بکثرت ایسے ہیں۔ اگر بکثرت نہیں تو ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کو عام طور پر نہ نمازوں کی توفیق ملتی ہے۔ نہ جمعوں کی توفیق ملتی ہے۔ نہ ذکر الٰہی کی توفیق ملتی ہے۔ نہ نیک باتیں سننے کا موقع میسر آتا ہے۔ نہ نیک صحبتوں میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کے اپنے ہی ہمجولی ہیں انہی میں پھرتے ہیں۔ ان میں وہ ایک آزادی محسوس کرتے ہیں اور ان کے اوپر ان لوگوں میں بیٹھنے سے کسی قسم کا دباؤ نہیں پڑتا جو نیکی کی طرف بلانے والا ہو۔ پس وہ ان کی طرف بہتے ہیں اور بہتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ ایک جمعہ ہے جس میں ان کی فطرت نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ یہاں نیکی کی خاطر آئیں اور نیک لوگوں میں بیٹھیں۔ پس ان کا ایک ہی سہارا ہے کہ یہ جمعہ آخر گزر ہی جائے گا تا' وداع کا جمعہ ہے جسے ہم نے رخصت کرنا ہے۔ جس طرح بچے 'ٹاٹا' کہتے ہیں تو یہ لوگ 'ٹاٹا' کرنے آئے ہیں اور ان کو پکڑنے کا میں انتظار کر رہا تھا اس لئے میرے لئے استقبال ہے۔ میں ان لوگوں کا استقبال کرتا ہوں اور اس پہلو سے یہ جمعہ میرے لئے جمعۃ استقبالیہ ہے۔ میں ان کا استقبال کرتا ہوں۔ سارا سال اس انتظار میں رہتا ہوں کہ یہ آئیں اور کچھ تو نیکی کی باتیں ان کے کانوں میں پڑیں۔ کچھ تو آنکھیں کھلیں۔ یہ تضاد ہے ان دو باتوں میں کہ ایک پہلو سے یہ وداع ہے اور ایک پہلو سے استقبال ہے لیکن حقیقت میں تضاد کوئی نہیں' زاویہ نگاہ کا فرق ہے۔

جمعۃ الوداع کا غلط تصور

پس اگر انسان جن کو بڑا سمجھتا ہو ان کے ساتھ یہاں تک سلوک کرتا ہے۔ اگر واقعتاً خدا پر یقین ہو اور خدا کو حقیقتاً بڑا سمجھتا ہو تو کیسے ممکن ہے کہ خدا کی بڑائی سے تو مونہہ موڑے رکھے اور خدا کی طرف ہمیشہ روزانہ جب بھی نماز کا وقت آئے پیٹھ پھیر کر دنیا کی طرف چلا جائے اور پھر بھی اس کا خدا پر یقین

قائم اور خدا کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے۔ یہ جھوٹ کی زندگی ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ امر واقعہ یہ ہے کہ جانا پھر وہیں ہے جس خدا نے ہمیں پیدا کیا جہاں سے ہم آئے تھے اور جو نعمتیں ہمیں عطا ہوئیں' اسی خدا نے عطا فرمائیں جو رب العالمین ہے اور ان نعمتوں کے حصول کے باوجود ناشکری کی زندگی تو بہت ہی ناپسندیدہ زندگی ہے۔

ایک طرف دنیا کا انسان جو تمہیں کچھ دے سکتا ہے بسا اوقات نہیں بھی دیتا تو اس کی چوکھٹ پر سر پٹکتے چلے جاتے ہو۔ کتنے سیاستدان ہیں جنہوں نے دنیا کو' واقعتاً اپنے پیچھے چلنے والوں کو کچھ عطا کیا ہے۔ صرف ایک فخر ہی کا احساس ہے۔ یہ یقین ہے کہ ہم بڑے ہیں کیونکہ ہمارا دوست بڑا ہے۔ ہم اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مگر دیتے کب ہیں کچھ۔ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے جس نے تمہاری زندگی کے سارے سامان پیدا فرمائے اس کا شکر کا تصور تک تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی عبادت کو یہ سمجھتے ہو کہ اتنا بوجھ ہے کہ مصیبت پڑ گئی ہے اس لئے سال کا ایک جمعہ بھی اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ چلو سارا سال نہ سہی اس ایک جمعہ سے ہی خدا تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ نہ کوئی خرچ کرنا پڑا نہ کوئی مصیبت اٹھانی پڑی مفت کا یار کمایا گیا اور کیا چاہئے۔

اور دراصل بہت سے علماء بدقسمتی کے ساتھ لوگوں کو اس طرف ان غلط راہوں کی طرف لے جاتے ہیں یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ خدا تو بڑا رحیم و کریم ہے کیا مصیبت پڑی ہے اس کی راہ میں محنتیں کرنے کی۔ جمعۃ الوداع میں اگر تم چلے جاؤ اور جمعہ کے بعد عصر تک دعائیں کرو تو تمہاری سارے سال کی خطائیں ہی نہیں' ساری زندگی کی خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ پس جمعۃ الوداع کی برکتیں' اس کی عظمتیں بیان کر کر کے وہ بے وقوفوں کی عقلیں مار دیتے ہیں' جو کچھ تھوڑی سی عقل ہے اس کا بھی ستیاناس کر دیتے ہیں اور قرآن کریم کے اس مضمون سے بالکل منافی تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ یاد رکھو عارضی طور پر اگر تم میرے پاس آؤ گے میں سن بھی لوں گا تو یاد رکھنا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔ میرے پاس آکر اگر میرے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے تو پھر تم دائمی میرے ہو کر رہو گے۔ لیکن آئے اور چلے گئے یہ قطعی اس بات کی دلیل ہے کہ تم اپنے وقتی فائدے کی خاطر آئے تھے۔ تمہارا میری ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے متعلق فرمایا ینبئکم بما کنتم تعملون اللہ تعالیٰ تمہیں بتائے گا پھر کہ تمہارے اعمال کیا تھے۔ اور آخر دوسری آیت میں یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اے ایسے انسان انک من اصحاب النار تو آگ کا ایندھن ہے اس کے سوا تیرا کوئی مقدر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تو یہ نقشہ کھینچ کر آگ کا انجام دکھا رہا ہو اور مولوی کہہ رہے ہوں کہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ آنحضرت ﷺ سے محبت کا دعویٰ کر لو پھر جو چاہے کرتے پھرو سب کچھ اجازت ہے۔ اور وہ گناہ جو خدا نہیں بخش سکتا وہ آنحضرت ﷺ بخشوالیں گے۔ یہ تصور جس قوم کو دے دیا جائے اس کا دین بھی گیا۔ اس کی دنیا بھی گئی۔ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

پس بحیثیت احمدی آپ بیدار ہوں۔ اگر آپ نمازیں نہیں پڑھتے رہے تو یہ جمعہ خدا کرے آپ کے آئے مگر آئے گا اس طرح کہ اس جمعہ کے بعد آپ کی کیفیت بدل جائے پھر آپ ہمیشہ خدا ہی کے ہو جائیں یا ہونا شروع ہو جائیں۔ خدا کا ہو جانا تو ایک بہت بڑا کام ہے۔ بہت ہی بڑا دعویٰ ہے لیکن شروع ہو جانا تو کوئی مشکل کام نہیں۔ ایک سمت میں آپ کچھ قدم اٹھائیں۔ تھوڑا بہت اس کی طرف رجوع کریں تو باقی کام پھر اللہ خود سنبھال لیتا ہے۔ پس میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں سفر بڑا مشکل کام نہیں ہے۔ آج کے جمعہ کی برکت سے آج اپنے لئے دعائیں کریں۔ ایک اپنے لئے لائحہ عمل تجویز کریں اور اس فکر کے ساتھ آج جمعہ سے فارغ ہوں کہ ہم اس جمعہ کی برکتوں کو باقی سال میں سنبھالنے کے لئے کیا کریں گے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳ مارچ تا ۱۶ اپریل ۱۹۹۶ء)

"یہ سارے مضامین سمجھیں اور اس سال یہ فیصلہ کریں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ برائیوں کے شہر کو چھوڑ کر نیکیوں کے شہر کی طرف حرکت شروع کر دیں گے۔ پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جس حال میں بھی تم جان دو گے وہ خدا کے حضور مقبول انجام

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

رمضان کا آخری عشرہ

رمضان کے آخری عشرہ کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ہمیں یہ عشرہ کس طرح گزارنا چاہئے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"قالت عائشہ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ"

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادات میں اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آئی تو رمضان میں وہ کوشش کیا ہوتی ہوگی جو عام طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دیکھنے میں بھی نہیں آئی اور آپ کی روایات جو رمضان کے علاوہ ہیں وہ ایسی روایات ہیں کہ ان کو دیکھ کر دل لرزاٹھتا ہے کہ ایک انسان اتنی عبادت بھی کر سکتا ہے۔ ساری ساری رات بسا اوقات خدا کے حضور بلکتے ہوئے ایک سجدے میں گزار دیتے تھے۔ جس طرح کپڑا انسان اتار کر پھینک دیتا ہے اسی طرح آپ کا وجود گرے ہوئے کپڑے کی طرح پڑا ہوتا تھا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سمجھا کرتی تھیں کہ کسی اور بیوی کے پاس نہ چلے گئے ہوں' تلاش میں گھبرا کر نکلتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ویرانے میں پڑا ہوا دیکھتی ہیں اور جوش گریاں سے جیسے ہانڈی ابل رہی ہو' ایسی آواز آرہی ہوتی تھی۔ وہ عائشہ جب گھر کو لوٹتی ہوگی تو کیا حال ہوتا ہوگا۔ کیا سمجھا تھا اپنے آقا اور محبوب کو اور کیا پایا۔ یہ عام دنوں کی بات ہے' یہ رمضان کی بات نہیں ہے۔ عام دنوں میں یہ پایا ہے حضرت عائشہؓ نے۔ آپ گواہی دیتی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری عشرے میں ایسے وقت آتے تھے کہ ہم نے پہلے کبھی دوسرے دنوں میں نہیں دیکھے۔ ان کیفیات کو بیان کرنا انسان کی طاقت میں نہیں ہے۔ نہ میری طاقت میں ہے نہ کسی اور انسان کی طاقت میں ہے۔ لیکن آپ نے خود ان کیفیات سے کہیں کہیں پردہ اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ میں کس دنیا میں پہنچا ہوا تھا' میں کس دنیا میں بسر کرتا رہا ہوں۔ وہ احادیث بھی ابھی میں آپ کے سامنے کھول کر بیان کرتا ہوں۔ ایک روایت وہ ہے جس کے متعلق ہماری کتب میں اور بالعموم روایتاً جو معنے بیان کئے جاتے ہیں وہ میرے نزدیک درست نہیں ہیں۔ وہ واقعہ اپنی ذات میں تو درست ہے کہ ایسا ہوا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں پہلے سے زیادہ صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں مگر جو روایت میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس کے ترجمے کو محدود کر دیا گیا ہے اور وہ ترجمہ اس سے بلند اور وسیع تر ہے جو عام طور پر آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:-

"عن عبداللہ بن عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر و کان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل و کان جبریل علیہ السلام یلقاہ کل لیلہ فی رمضان حتی ینسلک یعرض علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فاذا لقیہ جبریل علیہ السلام کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ"۔

یہ جو آخری حصہ ہے اس میں وہ معنے پوشیدہ ہیں جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں اور جو عموماً ترجموں میں دکھائی نہیں دے سکتے۔ اس حدیث سے اجود کا معنی یہ لیا گیا ہے کہ وہ بہت زیادہ سخی غریبوں پر خرچ کرنے میں اور خیر کا یہ معنی لیا گیا ہے دنیا کا مال اور کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دنوں میں اتنا زیادہ خرچ کیا کرتے تھے جیسے تیز ہوائیں اور بھی تیزی آجائے اور وہ ہوا جھکڑ میں تبدیل ہو جائے۔ یہ معنے دل پسند معنے ہیں مگر اس روایت میں اس موقع پر یہ معنے مناسب نہیں بلکہ اس کے کچھ اور معنے بنتے ہیں۔

جبرائیل ہر رات کو اترا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پاتے تھے۔ اس وقت اس روایت کا یہ معنی لینا کہ جبرائیل ایسی حالت میں ملتے تھے کہ آپ سخاوت میں اور لوگوں میں خرچ کرنے میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے۔ وہ وقت ہی ایسا نہیں ہے جس میں باہر نکل کر غریبوں کو ڈھونڈا جائے اور ان پر کثرت

سے خرچ کیا جائے۔ راتیں تو آنحضرت ﷺ اور خدا کے درمیان کی راتیں تھیں۔ ان راتوں میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جبرائیل جب قرآن کریم لے کر آئیں تو آپ کو اس حال میں پائیں یہ ناممکن ہے۔ لیکن اجود کا وہ معنی جو اعلیٰ درجہ کی لغات امام راغب وغیرہ سے ثابت ہے اور خیر کا وہ معنی جو اعلیٰ درجہ کی لغات سے ثابت ہے وہ کچھ اور مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

اجود اس شخص کو کہیں گے جو نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جائے اور خیر حسنہ کو کہتے ہیں صرف مال کو نہیں کہتے۔ ہر بھلی بات جس کی مومن توقع رکھتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ یہ بھلائی مجھے نصیب ہو اسے خیر کہا جاتا ہے۔ پس ان معنوں میں جب اس حدیث کو آپ دوبارہ پڑھیں تو بالکل ایک اور مضمون' ایک نیا جہان آپ کی آنکھوں کے سامنے ابھرے گا۔ آنحضرت ﷺ کو جب بھی جبرائیل نے دیکھا ہے رات کو آپ ان نیکیوں میں غیر معمولی آگے بڑھنے والے تھے۔ تمام کائنات کے وجودوں سے آگے بڑھنے والے تھے جن نیکیوں میں دوسرے لوگ ان میدانوں میں سفر کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ رات کو اپنے خدا کی یاد میں غرق ہونے میں سب سے زیادہ تھے۔ رات کے وقت اجود تھے ان معنوں میں کہ ذکر الٰہی میں اپنے آپ کو گم کر دیا اور خیر کے جتنے بھی اعلیٰ پہلو ہیں مال کے علاوہ' ان سارے پہلوؤں میں محمد رسول اللہ ﷺ میں ایسی تیزی آئی ہوئی تھی جیسے جھکڑ چل رہا ہو۔ یہ حقیقی معنے ہیں اور لغت سے میں نے اچھی طرح دیکھ لئے ہیں۔ یہ موقع نہیں کہ لغت کی تفصیل میں جایا جائے لیکن آپ یقین کریں کہ ہر پہلو سے چھان بین کے بعد میں آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ ان معنوں میں جبرائیل نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جب بھی دیکھا اس حال میں دیکھا ہے۔ ہر نیکی میں اتنی تیزی آئی ہوتی تھی کہ جیسے جھکڑ چل رہا ہو اور یہ تیزی ذکر الٰہی کی تیزی تھی۔ خدا کی ذات میں ڈوب جانے کی تیزی تھی۔

پس اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کر کے دیکھ لیں تو پھر اندازہ ہوگا کہ کتنی مشکل مگر کتنی لازمی پیروی ہے۔ مشکل تو ہے کیونکہ یہ سفر بہت طویل ہے۔ ایک عام انسان کے اس سفر کی آخری منازل کے لئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ چند دن تو ہیں۔ ان دنوں میں اللہ خود قریب آجاتا ہے۔ یہ وہ دن ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی آسان کردی جاتی ہے۔ پس ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں اور ان دنوں کا حقیقی معنوں میں استقبال کریں۔ ان کو وداع کرنے کے لئے نہ رمضان کا وقت گزاریں بلکہ ان کے استقبال کے لئے اپنے بازو دراز کردیں' اپنے سینے کے در وا کردیں اور پوری کوشش کریں کہ رمضان کی برکتیں ہر طرف سے آپ کو گھیرلیں اور آپ کے اندر اس طرح داخل ہو جائیں جیسے سورج طلوع ہو جاتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۹۸ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۱۳ مارچ ۹۸ء)

نیز فرمایا:۔

ایک حدیث مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۷۵ مطبوعہ بیروت سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمل کے لحاظ سے ان دس دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک عظمت والے اور محبوب اور کوئی دن نہیں ہیں۔ عمل کے لحاظ سے جو ان دنوں میں برکت ہے ایسے اور کسی عشرے اور کسی دن میں برکت نہیں ہے۔ پس مبارک ہو کہ ابھی کچھ دن باقی ہیں اور یہ برکتیں کلیتا ہمیں وداع کہہ کر چلی نہیں گئیں۔ آپ ان کا استقبال کریں تو آپ کے گھر اتر کر ٹھہر بھی سکتی ہیں اور یہی حقیقی نیکی کا مفہوم ہے۔ نیکی وہ جو آکر ٹھہر جائے اور پھر رخصت نہ ہو۔

"ان ایام میں خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ نے جس ذکر الٰہی کی تاکید فرمائی ہے وہ ایک ہے تہلیل۔ تہلیل سے مراد ہے لا الہ الا اللہ' دوسرے تکبیر اللہ اکبر' اللہ اکبر' تیسرے تحمید' الحمدللہ' الحمدللہ' تو یہ تین سادہ سے ذکر ہیں جو باسانی ہر شخص کو توفیق ملتی ہے کہ ان پر زور ڈالے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل لندن

بقیہ صفحہ ۱۹

القدر کے ہر پہلو سے استفادہ کریں۔ اپنی راتوں کو بھی صبحوں میں تبدیل کردیں اور اس دنیا کی راتوں کو بھی صبح میں تبدیل کر دیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ فروری ۱۹۹۵ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۷ اپریل ۹۵ء)

ہزار راتوں سے بہتر رات

لیلۃ القدر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز لیلۃ القدر کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"اب بخاری شریف کی ایک حدیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ کو لیلۃ القدر رؤیا میں دکھائی گئی فی السبع الاواخر آخری سات دنوں میں۔ یعنی اس سال جو خاص لیلۃ القدر کا طلوع انفرادی طور پر لوگوں پہ ہوا کرتا ہے وہ آخری سات دن سے تعلق رکھتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تائید فرمائی کہ اگر یہ رؤیا ہیں اور تم سب لوگ ان باتوں میں اکٹھے ہوگئے ہو تو پھر تم آخری سات دنوں میں منظ اس کی تلاش کرو۔ اب آپ کے لئے آخری چھ دن باقی ہیں اور اس حدیث کی روشنی میں یہ واقعہ بار بار بھی ہو سکتا ہے یعنی اس لئے کہ صاف پتہ چلا کہ لیلۃ القدر جگہ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی اکیس کو آگئی کبھی تیس کو۔ عام طور پر اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس اور انتیس ان راتوں میں آیا کرتی ہے۔ تو ابھی ہمارے پاس کچھ دن باقی ہیں جن میں بعید نہیں کہ اس سال، ان اواخر میں ہی لیلۃ القدر ظاہر ہو۔ پس جن لوگوں نے اس سے پہلے کا رمضان ضائع کر دیا، ان کے لئے خوش خبری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری ہفتے پر متفق ہیں اس لئے جو شخص لیلۃ القدر کی تلاش کرنا چاہتا ہے، وہ رمضان کے آخری ہفتہ میں کرے۔ عام دستور رسول اللہ ﷺ کا یہ تھا کہ اپنے جاگنے کے ساتھ یعنی آپ کا جاگنا تو ایک معنے بھی رکھتا ہے یعنی وہ شعور خدا تعالیٰ کی صفات کا جو نیا سے نیا رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہوا کرتا تھا ان معنوں میں آنحضرت ﷺ ہر دفعہ اور بیدار ہوا کرتے تھے اور ہر شب بیداری کے نتیجے میں آپ کا شعور ان معنوں میں اور بیدار ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا وہ تصور آپ پر نازل ہوتا تھا۔ جو پہلے تصور سے بالا تر تھا۔ ان معنوں میں آپ ہمیشہ ترقی کرتے رہے، ہمیشہ بلند پروازی کرتے رہے۔ ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جس میں کوئی بلند پروازی ایک جگہ ٹھہر جائے کہ جو کچھ میں نے پانا تھا پالیا کیونکہ خدا کی ذات نہیں ٹھہرتی، خدا کی ذات لامتناہی ہے۔ پس جب میں بیداری کی بات کرتا ہوں تو عام انسان کی بیداری نہیں کرتا۔ غور کیا کریں کس کی بات کر رہا ہوں۔ حضرت محمد رسول ﷺ کی ہر شب بیداری آپ کو صفات الٰہیہ کے شعور میں اور بھی زیادہ بیدار کر دیتی تھی۔

پس حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے۔ اپنی راتوں کو زندہ کرتے اور گھر والوں کو جگاتے۔ اب دیکھیں وہی الفاظ ہیں جو بیداری کے لئے میں نے کہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں راتوں کو زندہ کرتے۔ پہلے کب آپ کی راتیں مردہ ہوا کرتی تھیں۔ کوئی ایک رات آپ کی زندگی میں ایسی نہیں تھی جس کو آپ مردہ رات کہہ سکیں۔ لیکن رمضان کے اواخر میں، ہر رمضان میں ان زندہ راتوں کو اور بھی زندہ کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ اب گھر والوں کو جگانا ایک جسمانی فعل بھی تو ہے اور یہ کیا کرتے تھے۔ یہ ہم سب پر فرض ہے کہ ان دنوں میں خاص طور پر اپنے اہل و عیال، اپنے بچوں، بیوی وغیرہ کو تعلیم دیں کہ رمضان کے حق ادا کرنے کے لئے جاگا کرو۔ لیکن آنحضرت ﷺ جب گھر والوں کو بیدار کرتے تھے تو میں سمجھتا ہوں رمضان کے معارف کے سلسلے میں ضرور ان کو نئے معارف عطا فرماتے ہوں گے۔ اب اس پہلو سے جس طرح رسول اللہ ﷺ راتوں کو زندہ کیا کرتے تھے، اپنے اہل و عیال کی زندگی میں بھی وہ نئی زندگی بھر دیا کرتے تھے۔......

"حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت

ﷺ سے ایک دفعہ پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے، تو اس میں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تم یوں دعا کرنا:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

کہ اے میرے اللہ تو بہت بخشش کرنے والا ہے۔

تحب العفو تو تو بخشش سے محبت کرتا ہے۔

فاعف عنی پس مجھ سے بھی بخشش کا سلوک فرما۔

اب یہ دیکھنے کی بات ہے۔ بڑی اہم بات ہے کہ کوئی مثبت چیز کی نصیحت نہیں فرمائی گئی۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک منفی دائرے کی دعا ہے کہ جو پہلے گناہ تھے وہ مٹ جائیں اور پہلے گناہوں سے خدا تعالیٰ ہمیں بخشش عطا فرمائے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ اس کے بعد اور کیا مانگو۔ امر واقعہ یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا لیلۃ القدر کا مضمون ہی اس بات سے تعلق رکھتا ہے کہ اگر بخشش ہوئی تو صبح ہوگئی اور جو صبح ہے وہ پھر ایک مثبت دائمی رہنے والی حالت کا نام ہے جو پھر کبھی رات میں تبدیل نہیں ہوگی یعنی انسان کی باقی زندگی اس صبح کی حالت میں کٹے گی۔ تو استغفار کا مضمون سکھایا ہے۔

فرمایا ہے اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ لیلۃ القدر ہے تو پھر بخشش ہی کی دعا کرنا یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے پچھلی زندگی کے سارے گناہ باطل کر دے اور ان پر بخشش کی اور رحمت کی چادر ڈال دے تو پھر تم امن میں آگئے ہو۔ تمہیں اس کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پس سب سے پہلے اسٌ دعا پر زور دینا چاہئے کہ اے خدا تو عفو ہے۔ بہت ہی بخشش والا ہے، بخشش سے محبت کرتا ہے، ہم سے بھی یہ سلوک فرما اور بخشش کی طلب کے لئے جو پہلے فیصلہ ہونا ضروری ہے، اس کا اسی مضمون سے تعلق ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم یہ ناممکن ہے کہ آپ بخشش کے لئے دعا مانگیں اور گناہوں پر اصرار کا عزم ساتھ ساتھ جاری رہے۔ یہ ناممکن ہے دل کی گہرائی سے آپ یہ چاہیں کہ اے خدا میرے گناہ بخش دے اور فیصلہ کریں کہ تو بخش دے، میں نے پھر بھی کرنے ہیں اور نہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ جو ایک منفی پہلو ہے وہ دل میں موجود رہتا ہے۔ خواہ انسان باشعور طور پر اسے سمجھے نہ سمجھے اور اکثر لوگ بخشش کی دعا اس فیصلے کے بغیر مانگتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کیا کیا برائیاں ان کے اندر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ سارا سال انہوں نے کیا کیا گناہ کئے؟ کس کس قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہوئے۔ سب کچھ سمجھنے کے باوجود وہ خالی بخشش مانگتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے ہم نے تو باز نہیں آنا ہم تو نافرمانی پر قائم رہیں گے۔ اس لئے تیرا کام ہے تو بخش، تو بخشا چلا جا۔ یہ جذباتی باتیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی بخشش اگر ہوئی ہے تو رمضان کے بعد کی زندگی بتائے گی کہ بخشش ہوئی تھی کہ نہیں۔ اگر خدا نے بخشا ہے تو ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو جانا چاہئے اور رمضان کے بعد کی حالت رمضان کی ایک رات پر گواہی دینے والی بنے گی"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ فروری ۱۹۹۶ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

"مگر جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے یہ نہ بھولیں کہ آپ ایک اور لیلۃ القدر کے دور سے گزر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا زمانہ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے، اولین کو آخرین سے ملانے کا زمانہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے نورانی لمحات نے حضرت مسیح موعود کا وجود روشن نہ کیا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ آپ کی وساطت سے اور آپ کے فیض سے ہم اولین سے جاملتے۔ پس آپ کے لئے تو پھر ایک جاری دور ہے لیلۃ القدر کا۔ اس لیلۃ القدر میں آپ ایسی نیکیاں کما سکتے ہیں کہ جب قرآن کا وعدہ آپ کے حق میں پورا ہو کہ آپ دور ہوتے ہوئے بھی زمانی فاصلوں کے لحاظ سے بھی اور جسمانی فاصلوں کے لحاظ سے بھی، پھر بھی اس زمانے کے ایسے قریب کر دیئے جائیں کہ قرآن کا یہ بیان آپ کے حق میں پورا ہو کہ آخرین ہوتے ہوئے آپ اولین سے آملے ہیں۔

پس آپ کے لئے تو لمحات ہی لمحات ہیں۔ ایک سال کا کیا انتظار کرتے ہیں۔ اپنی ساری زندگیوں کو لیلۃ القدر کیوں نہیں بناتے۔ کیونکہ پھر آپ کی زندگیاں ان لمحات سے بھر جائیں گی جن سے باقی لوگوں کی زندگیاں روشن ہوں گی۔ وہ حضرت محمد رسول ﷺ کا فیض آپ کی صحبت میں گزارے ہوئے لمحات سے حاصل کریں گے۔ تو اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ لیلۃ

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

اعتکاف

فخر کائنات سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی ایک جھلک

رمضان کے آخری عشرہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں "اعتکاف" کی عبادت کا آغاز ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کیسے اعتکاف بیٹھتے، اس کی ایک جھلک حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں بیان فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اب مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۶۷ مطبوعہ بیروت کی ایک حدیث جو حضرت ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ رمضان میں جو اعتکاف ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کیسے اعتکاف بیٹھتے تھے وہ کون سی دنیا تھی جس میں ڈوبا کرتے تھے۔ رمضان میں جب تیزی آتی تھی، اجود ہو جاتے تھے وہ کیا قصہ تھا۔ یہاں ایک جھلکی ہمیں نظر آتی ہے اس بناء پر کہ بعض لوگ اعتکاف میں ذرا اونچی تلاوت کرتے تھے۔ ان کا اونچی تلاوت کرنا ہم پر ہمیشہ کیلئے احسان ہو گیا کیونکہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے دل کا حال، اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ یہ وہ باتیں تھیں جو رسول اللہ ﷺ شاید از خود اپنے متعلق نہ بیان کرتے۔ مگر ان لوگوں نے مسجد میں جو تھوڑا سا ایک قسم کا ہلکا سا شور یعنی وہ بھی شور ایسا جو تلاوت کا شور ہے، وہ بلند کیا، تو رسول اللہ ﷺ کے اس تخلیہ میں مخل ہو گئے جو آپ کا اور اللہ کا تخلیہ تھا۔ اس لئے مجھے یہ حدیث بہت پیاری لگتی ہے کیونکہ ان لوگوں کی تلاوت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی اور اب بھی ہماری (بیوت الذکر) میں شاید اس کی ضرورت پیش آئے۔ مگر اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خلوت کا ایک منظر، ایک جھلکی ہم نے اس حدیث میں دیکھ لی۔

رسول اللہ ﷺ نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ آپ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنا دیا گیا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ رمضان کے دنوں میں (بیت الذکر) کی Capacity کو آپ لوگ جب جانچتے ہیں اور مجھے لکھتے ہیں کہ اس میں اتنے آدمیوں کی Capacity ہے تو اتنوں کو اعتکاف میں بیٹھنے دیا جائے۔ یہ Capacity کا معیار درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حجرہ ایسا تھا کہ وہاں باقاعدہ ایک خیمہ سا بنایا گیا یعنی ایک جھونپڑی سی بنائی گئی اور اردگرد کافی دور تک دوسرے لوگ نہیں تھے۔ ان کی عام عبادتیں رسول اللہ ﷺ کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے تخلیہ کی حالت ان پر ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ مسجد نبوی چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے اصل اعتکاف کا حق بڑی (بیت الذکر) میں ادا ہوتا ہے۔ ایسی (بیت) میں جہاں چند عبادت کرنے والے ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں، ایک دوسرے کے معاملات میں مخل نہ ہوں اور اصل عبادت کا تو وہی مزہ ہے جو ایسے اعتکاف میں کی جائے مگر ہمارے ہاں بھرنے پر زور ہے۔ اس لئے اس دفعہ خواتین میں خصوصیت سے جن خواتین کے متعلق کسی حکمت کی وجہ سے ہم نے سمجھا کہ ان کو یہاں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ (بیت) میں گنجائش ہونے کے باوجود ان کو جگہ نہیں دی گئی۔ یہ عین سنت نبوی کے مطابق ہے۔ کہ یہ نہیں تھا کہ اگر صحابہ چاہتے تو ساری مسجد معتکفین سے بھر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اجازت کا کیا نظام جاری تھا مگر کچھ نہ کچھ ضرور نظام جاری ہو گا جس کے تابع بعض لوگوں کو توفیق ملتی تھی اور بعضوں کو نہیں ملتی تھی۔ کھجوروں کا ایک حجرہ سا بنایا گیا، ایک جھونپڑی بنائی گئی۔ ایک رات ایسی آئی آپ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا نمازی اپنے رب سے رازونیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ قرات بالجہر اس طرح نہ کیا کرو کہ گویا دوسرے بھی سن سکیں۔ تو یہ فرض ہے ہر حجرے والے کا جو اعتکاف بیٹھتا ہے کہ اس کے اندر کی آوازیں باہر نہ جائیں یہاں تک کہ تلاوت بھی باہر نہ جائے۔ حالانکہ تلاوت تو کسی عبادت کرنے والے کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ

عبادت اور تلاوت درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی آواز میں تلاوت کی آواز بھی باہر نہ جائے کہ دوسرے معتکفین کی راہ میں حائل ہو۔ کیوں ایسا فرمایا۔ ایک راوی بیاضی ہیں جن سے مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت مروی ہے اور بیاضی بیاضہ بن عامر کی طرف نسبت تھی' ان کا اصل نام عبداللہ بن جابر تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی روایت ہے کہ اپنے حجرہ سے باہر دوسروں کی طرف نکل کے آئے یعنی چل کر باہر گئے ہیں۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ فاصلہ ہے بیچ میں۔ جو نماز ادا کر رہے تھے ان کی قرات کی آوازیں بلند تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نمازی تو اپنے رب ذوالجلال سے رازونیاز میں مگن ہوتا ہے۔

اب یہ رازونیاز کی راتیں تھیں جو رسول اللہ ﷺ گزارا کرتے تھے اور اس رازونیاز کا لطف کیا تھا؟ یہ بھی اگلی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ حدیثیں غلطی سے یہاں ساتھ نہیں رہیں لیکن زبانی میرے ذہن میں جو مضمون ہے' وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو اپنے رب سے رازونیاز کیا کرتے تھے تو دنیا کے سارے دوسرے پردے اٹھ جایا کرتے تھے اور آپؐ ایسے غرق ہوتے تھے ذکر الٰہی میں اور اس سے ایسی لذت پاتے تھے کہ اس لذت کا بیان ممکن نہیں ہے۔ وہ حدیثیں اس وقت یہاں نہیں ہیں جو میرے ذہن میں ہیں جن کی وجہ سے میں بتا رہا تھا کہ یہ جو فرمایا کہ ایک شخص رازونیاز میں مصروف ہے۔ اس کے رازونیاز میں حائل نہ ہو۔ وہ رازونیاز ایسا تھا کہ اس کے لطف کا کوئی بیان ممکن نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اللہ کے ذکر میں اتنا زیادہ مزہ آتا تھا کہ اس مزے کی کیفیت دوسرے الفاظ میں بیان ہو نہیں سکتی۔ عام انسان جب ذکر الٰہی میں لذت پاتا ہے تو بعض دفعہ خود اپنی کیفیت کو دوسرے کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ سے عشق اور محبت میں جو خلا میسر آیا کرتا تھا وہ کیفیت جیسا کہ میں نے پہلے عرض کر دیا تھا ناممکن ہے کہ میں بیان کر سکوں۔ کوئی انسان اسے بیان نہیں کر سکتا۔ ان کیفیات پر رسول اللہ ﷺ کی بعض اور حدیثیں روشنی ڈالتی ہیں مگر اتنا

بہرحال یقینی ہے کہ رمضان کی راتوں کے اواخر اور آخری عشرہ میں معتکفین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کا خیال رکھیں کیونکہ وہ جس بات میں مخل ہونگے وہ اللہ اور بندے کے رازونیاز کی باتیں ہیں اور ایسی رازونیاز کی باتیں ہیں جن کو وہ خود نہیں کھولنا چاہتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۱۹۹۸ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳ مارچ ۹۸ء)

بقیہ صفحہ ۱۵

ہوگا اور خدا کی رضا پر جان دوگے مگر لازماً نیکیوں کی طرف حرکت کرنا ہے چاہے گھسٹتے ہوئے کرتے چلے جاؤ۔ ایسا شخص جس کی مثال آپ نے دی وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہے۔ جسم میں طاقت نہیں' موت کے نرغے میں مبتلا ہے اور پھر بھی گھٹنوں کے بل اور کہنیوں کے بل کوشش کر رہا ہے کہ دم نکلے تو خدا کے پاک لوگوں میں نکلے۔ یہ وہ نظارہ ہے جس کے بعد یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرمائے۔ پس یہ کیفیت اپنے اوپر طاری کریں تو یہ جمعۃ الوداع آپ کے لئے ایک اور معنے میں جمعۃ الوداع بنے گا۔ یہ بدیوں کے لئے وداع کا جمعہ بن جائے گا نیکیوں کے لئے نہیں۔ ان معنوں میں وداع نہیں رہے گا کہ آپ نے آج پڑھا اور چھٹی ہوئی اور پھر اگلے سال تک آپ کو کسی جمعہ یا نیکی کی توفیق نہ ملی"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ فروری ۹۷ء بحوالہ "الفضل انٹرنیشنل" لندن ۲۸ مارچ تا ۳ اپریل ۱۹۹۷ء)

— عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (بخاری کتاب الصوم باب تعجیل الافطار)

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ افطار کرتے ہیں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت، بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔

رمضان اور حقیقی عید

دین حق ایک عالمگیر مذہب ہے۔ ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے یہ ایک اسوہ مہیا کرتا ہے۔ یہ انسان کو خوشی و مسرت اور انسانی وجود کی نشوونما کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ عید کیا ہے ؟اگر اس کے متعلق سوچیں تو ہمیں واضح نظر آتا ہے کہ مومنوں کی اصل عید تو اپنی محبوب ہستی خدا تعالیٰ اور اُس کے برگزیدہ رسولؐ سے ہی وابستہ ہے۔ انسان کو ہر اطمینان اُسی ذات سے تعلق رکھنے میں محسوس ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

''کہ سنو سنو خدا کے ذکر اور اسکی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں'' (سورۃ الرعد :29)

پس خدا کو پانے میں ہی حقیقی خوشی ہے اور یہی عید کا فلسفہ ہے اور یہی سبق رمضان المبارک ہمیں دیتا ہے ۔جس کے بعد عید الفطر آتی ہے۔ خدا کی خاطر ہم اپنی جائز اور حلال چیزوں کو بھی صرف خدا کے لئے ترک کرتے ہیں اور دن رات اس کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ ان عبادتوں کے نتیجہ میں خدا یہ اعلان کرتا ہے کہ میں روزہ دار کی جزا بن گیا ہوں۔ اس خوشی کے اظہار کے لئے بطور نشان عید کا دن رکھا گیا۔ مگر یہ عید دنیاداروں کی عید نہیں بلکہ خدا والوں کی عید ہوتی ہے اور وہی اس کی حقیقی خوشیاں پاتے ہیں۔ غرباء کے گھروں میں جاتے ہیں۔ بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ اجتماعی نماز ادا کرتے ہیں اور تمام مومنین محبت اور بھائی چارہ کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں۔ عید کی نماز کے لئے حضور ﷺ اتنی تاکید فرماتے تھے کہ :-

''حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ارشاد فرماتے تھے کہ دونوں عیدوں کے وقت سب لوگ بچے اور عورتیں بھی عید پر جائیں''۔ یہانتک کہ بیمار عورتوں کو بھی عید کے خطبے اور دعا میں شریک ہونے کا حکم ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ آنحضورؐ کے دور میں عید کس طرح منائی جاتی تھی۔

عید کے دن اچھے کپڑے پہننا

عید کے دن خوشبو لگانا اور اچھے کپڑے پہننا احادیث سے ثابت ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضورؐ کو ایک خوبصورت جُبّہ تحفے میں بھجوایا تھا کہ آپ اسے عیدین کے موقع پر زیب تن فرمایا کریں۔

عید کے دن تفریحی پروگرام

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (عید کے دن) آنحضورؐ تشریف لائے اور دو لڑکیاں گا نا گا رہی تھیں۔ آپؐ نے انہیں منع نہ فرمایا بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے ان بچیوں کو ڈانٹا تو حضورؐ نے ان کو روکا کہ انہیں کچھ نہ کہو۔ اس دن حبشی لوگ اپنے روایتی کھیل کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا

تم دیکھنا چاہتی ہو؟ کہا'ہاں! چنانچہ آپؐ نے حضرت عائشہ کو اپنے پیچھے کھڑا کر لیا اور یہ کھیلیں دکھائیں جب کچھ وقت گزر گیا تو فرمایا۔ تھک گئی ہو۔ کہا'ہاں' فرمایا جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

عید کس طرح پڑھتے تھے

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن چند کھجوریں کھا کر نماز کے لئے جاتے تھے۔

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے تو پہلے نماز سے ابتدا کرتے تھے۔ پھر فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے اور مختلف احکام صادر فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

اہم تحریک خوشی کے موقع پر

تمام مومنین کے لئے یہ ایک عظیم الشان خوشی کا موقع ہوتا ہے اور اس وقت اکثر لوگ جمع ہوتے ہیں۔لہٰذا آنحضور ﷺ موقع کی مناسبت سے تحریکات فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ :-

آپؐ خطبہ کے بعد عورتوں کی طرف آئے اور حضرت بلالؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔آپ نے صدقہ کی تحریک کی اور خواتین نے اطاعت کا بے نظیر نمونہ دکھایا اور جس کے پاس جو کچھ تھا وہ حضرت بلالؓ کی چادر میں ڈالتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ کئی عورتوں نے اپنے زیورات بھی آپؐ کی تحریک پر پیش کر دیئے۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

عید کے دن سب چاند نظر آنے کے بعد اونچی آواز سے کثرت سے تکبیراتِ عید دہراتے۔ایک دوسرے سے ملکر اسے عید مبارک دیتے اور جس راستہ سے جاتے تھے' واپسی پر راستہ بدل کر گھر آتے۔اور اس طرح عید کا دن خوشی و مسرت سے گزرتا تھا۔

پس ہم سب کو چاہئے کہ عید کی حقیقی خوشیاں حاصل کرنے کے لئے اس دن خدا کے گھروں کو خالی نہ کریں بلکہ پہلے سے زیادہ بھر دیں۔اور اسی دن غریبوں کے گھروں کو بھی خوشیوں سے بھر دیں اور وہ خوشیاں حاصل کریں جو خدا کی رضا کی خوشیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بقیہ صفحہ ۲۴

نے عظیم کام کئے ہیں اور خدا سے عظیم کاموں کی توفیق پائی ہے ان کی اولادوں کے لئے بھی۔ اپنی اولادوں تک دعا کو محدود نہ رکھیں۔ تمام ایسے بزرگ جن کی اولادیں آج جاری ہیں' احمدیت میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں' اللہ ان کو خدمت کی راہوں پر مستحکم رکھے اور انہی راہوں پر آگے بڑھائے۔ اور جب یہ مریں تو یہ بھی اگلوں کا تقویٰ دیکھتے ہوئے مریں۔ اس دعا کو بھی آپ اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں۔

(میں) تمام احمدیت کی راہ میں تکلیف اٹھانے والوں کو بھی **السلام علیکم اور عید مبارک** کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ بڑوں' چھوٹوں' عورتوں اور بچوں کو۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ہر جگہ پرانے پیغامات کو یاد رکھتے ہوئے غریبوں کی خدمت کے خصوصی پروگرام بنائے ہوں گے۔"

(خطبہ عید الفطر فرمودہ   بحوالہ الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ   )

لازوال مسرتوں سے بھرپور عید کیسے منائی جائے؟

عید مناتے ہوئے اس کی لازوال مسرتوں سے کس طرح جھولی بھری جاسکتی ہے' اس بارہ میں حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں۔

"اور آئندہ عید میں بھی میرا وہ پیغام یاد رکھیں کہ آپ کی بچی عید تب ہوگی جب آپ غریبوں کی عید کریں گے۔ ان کے دکھوں کو اپنے ساتھ بانٹیں گے۔ ان کے گھر پہنچیں گے' ان کے حالات دیکھیں گے' ان کی غریبانہ زندگی پر ہو سکتا ہے آپ کی آنکھوں سے کچھ رحمت کے آنسو برسیں۔ کیا بعید ہے کہ وہی رحمت کے آنسو آپ کے لئے ہمیشہ کی زندگی سنوارنے کا موجب بن جائیں۔ ہو سکتا ہے آپ کو پہلے علم نہ ہو کہ غربت کیا ہے اس وقت پتہ چلے اور آپ کے اندر ایک عجیب انقلاب پیدا ہو جائے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ فروری ۹۶ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۵ اپریل ۹۶ء)

"عید کی دعا میں اپنے مظلوم بھائیوں کو تو یاد رکھیں گے آپ' جیسا کہ میں کل کی دعا میں آپ کو تاکید کر چکا ہوں۔ ایک بات میں کہنی بھول گیا تھا کہ عید کی دعا میں اپنی آنے والی نسلوں کو بھی یاد رکھیں کیونکہ جو اچھے کام خدا نے ہماری نسل کو توفیق عطا فرمائی ہے وہ ایک سال یا دو سال کے کام نہیں وہ سینکڑوں سال اپنی تکمیل کے لئے چاہتے ہیں۔ تو یہ دعا کریں کہ اللہ ہماری نسلوں کو راہ راست پر قائم رکھے کیونکہ نسلوں کا انجام ہی ہے جو دراصل ایک نیک آدمی کی کوششوں کا پھل ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی نیک آدمی کی کوششیں اپنی ذات تک محدود رہ کر ختم ہو جائیں اور اس کی اولاد ان نیکیوں کو جاری نہ رکھے تو بڑی محرومی ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا سکھائی ہے۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما (الفرقان) ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا بیوی جب کہے گی تو ازواج میں خاوند شامل ہونگے۔ خاوند جب کہے گا تو ازواج میں عورتیں' اس کی بیوی شامل ہوگی۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا اور ہماری آئندہ نسلوں کے لحاظ سے بھی ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک پہنچا۔ اور آنکھوں کی ٹھنڈک کیا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ دنیا میں ترقی کر جائیں۔ وہ ترقی تو عارضی چیز ہے اور مومن کی آنکھیں محض دنیا کی ترقی سے ٹھنڈی نہیں ہوا کرتیں۔ فرمایا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما واجعلنا للمتقین اماما کہ ہم متقیوں کے سربراہ کے طور پر تیرے حضور حاضر ہوں۔ جب مریں تو تیری نظر میں متقی کہلانے والے ہوں۔ ایسے متقی جو خود ذات میں متقی نہیں بلکہ جن کی نسلیں متقی ہیں جن کے جلوس سے آگے ہم کھڑے ہیں یا تیرے حضور حرکت کر رہے ہیں۔ یہی وہ مضمون ہے جس کو میں بار بار بیان کر چکا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک مصرعہ میں بیان فرماتے ہیں اور حیرت انگیز طور پر دل پر اثر انداز ہونے والا یہ شعر ہے کہ۔

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

میں اپنی اولاد کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ ان کو متقی دیکھ رہا ہوں۔ تو یہ ایک بہت ہی ضروری دعا تھی جو میں کل یاد نہیں کرا سکا اور مجھے بھی یاد نہیں آئی۔ تو اس عید کی دعا میں اپنی آنے والی نسلوں کو ضرور یاد رکھیں۔ قیامت تک یہ نیکیوں کے سلسلے جاری رہیں اور وہ لوگ ترقی کرتے چلے جائیں۔ اپنے سے مزید ترقی کی دعا کرنا اگر آپ دل پر غور کریں تو مشکل کام ہے۔ یہ کہنا کہ اگلی نسلیں ہم سے آگے نکل جائیں۔ ایک مشکل دعا ہے مگر جس کو اللہ اور اس کے پیغام سے محبت ہے وہ یہ دعا کرنا سیکھ ہی لیتا ہے۔

پس آئندہ کے لئے یہ دعا کرنا کہ ہماری نسلوں سے بھی بہتر نسلیں پیدا ہوں یہ اللہ تعالیٰ سے ہماری بچی محبت کی دلیل ہوگا۔ اس لئے دعا یہ کریں اور سلسلے کے جتنے بزرگ ہیں جنہوں

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

ایک اور قسم کی عید

چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے۔ ان کو عید مبارک کہیں گے...... اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا عید کے بارے میں ایک اہم ارشاد

''میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں ان میں اپنے غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں۔ وہ لوگ جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے' زیادہ تموّل کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف لے کر غریبوں کے پاس جائیں اور غریب بچوں کے لئے کچھ مٹھائیاں لے جائیں۔...... غریب بچوں کو دیں تاکہ ایک دن تو ایسا ہو کہ ان کو بھی کچھ نصیب ہو۔ بچوں کے لئے جو ٹافیاں اور چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں 'آؤ بچو آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے۔ ان کو عید مبارک دیں گے' ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے''۔

''اس طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذت پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی کچھ ایسے بھی واپس لوٹیں گے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہوں گے اور وہ استغفار کر رہے ہوں گے اور اپنے رب سے معافیاں مانگ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ان لوگوں سے ناواقفیت رکھ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر ہم نے بڑے ناشکری کے دن کاٹے ہیں............ آنسوؤں میں وہ اتنی لذت پائیں گے کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہوں گی۔ ان کو بے انتہاء ابدی لذتیں حاصل ہوں گی اور زائل نہ ہونے والے بے انتہاء سرور ان کو عطا ہونگے۔ یہ ہے وہ عید جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی عید ہے' یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے۔''

(از خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۸۳ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپؓ فرماتے ہیں: ”حق یہ ہے کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجالی طلسم یا مادی طاقت نے مرعوب نہیں کیا۔ اور مَیں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا یقین رکھتا ہوں“۔ آپؓ کی دلکش سیرت سے بعض منتخب واقعات (مرتبہ: مکرم حافظ محمد نصراللہ صاحب) روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۱۶ و ۱۸ر اکتوبر ۹۹ء کی زینت ہیں۔ قبل ازیں آپؓ کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں کا بیان الفضل انٹرنیشنل کے شماروں ۲۹ر دسمبر ۹۵ء، یکم نومبر ۹۶ء، ۲۸ر فروری ۹۷ء اور ۱۲ر فروری ۹۹ء کے اسی کالم میں ہو چکا ہے۔

حضرت میاں صاحبؓ کے پیش نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا رہتی تھی۔ آپؓ اپنی کتب جس دوست کے ذریعہ شائع کرواتے تھے، اُن سے کبھی کسی تصنیف کا معاوضہ نہیں لیا بلکہ اپنی تصنیف کا نسخہ بھی خود خریدتے اور اگر ناشر ہدیۃً کوئی نسخہ پیش کرنا چاہتا تو آپؓ یہ کہہ کر انکار فرمادیتے کہ یہ بھی ایک گونہ معاوضہ ہے اور مَیں اس معاملہ میں معاوضہ سے اپنے ثواب کو مکدر نہیں کرنا چاہتا۔

آنحضرت ﷺ سے آپؓ کی محبت کا اندازہ آپؓ کی اس تحریر سے کیا جاسکتا ہے: ”ایک دفعہ ایک غریب مسلمان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ماتھے پر عبادت و ریاضت کا کوئی خاص نشان نہیں تھا مگر اس کے دل میں محبت رسولؐ کی چنگاری تھی جس نے اس کے سینہ میں ایک مقدس چراغ روشن کر رکھا تھا۔ اس نے قرب رسالت کی دائمی تڑپ کے ماتحت آنحضرت ﷺ سے ڈرتے ڈرتے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟۔ آپؐ نے فرمایا: تم قیامت کا پوچھتے ہو، کیا اس کے لئے تم نے کوئی تیاری بھی کی ہے؟۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا: میرے آقا! نماز روزے کی تو کوئی خاص تیاری نہیں لیکن میرے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہے۔ آپؐ نے اسے شفقت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی پھر تسلی رکھو کہ خدائے ودود کسی محبت کرنے والے شخص کو اس کی محبوب ہستی سے جدا نہیں کرے گا۔ یہ حدیث مَیں نے بچپن کے زمانہ میں پڑھی تھی لیکن آج تک جو مَیں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں میرے آقاؐ کے یہ مبارک الفاظ قطب ستارے کی طرح میری آنکھوں کے سامنے رہے ہیں اور مَیں نے ہمیشہ یوں محسوس کیا ہے کہ گویا مَیں نے ہی رسول خدا سے یہ سوال کیا تھا اور آپؐ نے مجھے ہی یہ جواب عطا فرمایا تھا“۔

اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل آپؓ نے اپنے دفتر کے ایک کارکن محترم مختار احمد صاحب ہاشمی سے رقت آمیز لہجے میں فرمایا: ”آپ اس بات کے گواہ رہیں اور مَیں آپ کے سامنے اس امر کا اقرار اور اظہار کرتا ہوں کہ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر اب تک میرے دل میں سب سے زیادہ حضرت سرور کائنات ﷺ کی محبت جاگزیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اس لحاظ سے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے تحت مجھے وہاں آنحضرت ﷺ کے قرب سے نواز دے گا“۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گھر میں کسی کا ذکر ہوا جس نے حضرت عمو صاحبؓ (یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) تک کسی کی کوئی بات غلط رنگ میں پہنچائی تھی جس سے آپؓ کے دل میں ناحق کچھ رنج پیدا ہو گیا تھا مگر چونکہ آپ ہمیشہ ایسے موقعہ پر متعلقہ شخص سے دریافت کرلیا کرتے تھے اس لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپؓ کو حقیقت حال معلوم ہو گئی اور آپؓ نے مجھ سے افسوس کا اظہار فرمایا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ فتنہ کا موجب بن جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت چچی جان نے کہا کہ مَیں تو آپکو ہمیشہ کہتی ہوں کہ وہ شخص ناقابل اعتماد ہے مگر پھر بھی آپ اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس پر آپؓ نے وہیں قدم روک لئے اور ایسی آواز میں جو غصہ والی اور اونچی تو نہیں تھی مگر اس میں بے پناہ قوت پائی جاتی تھی، فرمایا: دیکھو! مجھے ایسا مت کہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نگاہ رکھتا تو اس کا کسی بندہ سے تعلق نہ ہوتا۔ وہ اپنے بندے کی کسی خوبی پر نظر رکھ کر اس سے تعلق رکھتا ہے۔ پس وہ میری کیسی ہی بدخواہی کرے، مَیں اس سے تعلق نہیں توڑوں گا۔ پھر دھیمی اور نرم آواز میں فرمانے لگے: تم جانتی ہو کہ اس میں بعض بہت بڑی خوبیاں بھی ہیں۔ اور پھر ایک دو نمایاں خوبیوں کا ذکر فرمایا۔

حضرت میاں صاحبؓ کے بچوں سے پیار کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہم سب چھوٹے بھائیوں کو ڈلہوزی بھجوایا تو ان دنوں آم کا موسم ختم ہونے کو تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے میرے لئے باریک خوبصورت رنگین کاغذوں میں لپٹے ہوئے فجری آموں کی ایک پیٹی بند کروائی (آپ جب کبھی کسی کو کوئی تحفہ دیتے، نہایت سلیقے سے سجا کر دیا کرتے تھے)۔ پھر تاکید فرمائی کہ

ان کو کھانے سے پہلے یہ احتیاط کرلینا کہ نہ تو یہ ذرہ بھر کچے ہوں نہ ایک اعشاریہ زیادہ پکے ہوں۔...... چنانچہ مَیں اسی احتیاط میں رہا کہ آم عین پک جائیں تو کھاؤں اور روزانہ مناسب پکے ہوئے آموں کی تلاش میں انہیں الٹتا پلٹتا رہا اور خلیفہ منیرالدین صاحب جو اس سفر میں میرے ہمراہ تھے اور برادرم مرزا انور احمد صاحب چوری چھپے نیم پکے ہوئے آم ہی کھاتے رہے۔ جب تک مجھے اس چوری کا علم ہوا، اکثر آموں کا صفایا ہو چکا تھا۔ آپؓ نے جب مجھ سے پوچھا کہ آم کیسے تھے تو مجبوراً مجھے شکایت کرنی پڑی۔ چنانچہ جب بعد میں خلیفہ منیرالدین صاحب آپؓ سے ملتے تو آپؓ نصیحت کی آمیزش والے انداز میں اُن سے پوچھا کرتے کہ کیوں منیر پہاڑ پر فجری آم کیسے لگتے ہیں؟۔

آپؓ کی عنایات محض بہت بچپن کی عمر تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ خاصی بڑی عمر کے اہل خاندان بھی اس پہلو سے آپؓ کی نظر میں بچے ہی تھے۔ اگرچہ آخری عمر میں بچوں کا خیال پہلے کی طرح نہیں رکھ سکتے تھے مگر پھر بھی جب کوئی موسمی پھل آتا تو آپؓ کے کمرے میں نوعمر زائرین کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ جایا کرتی تھی لیکن باوجود شدید مصروفیت کے یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ کسی کو صاف صاف نکل جانے کے لئے کہیں مبادا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ ایک بار قادیان سے کیلے آئے ہوئے تھے، ایک بڑی عمر کی بچی نے جاکر خاص طور پر سلام کیا۔ اسی خلوص کے ساتھ آپؓ نے برجستہ فرمایا: وعلیکم السلام۔ مگر کیلے ابھی کچے ہیں۔

حضور انور مزید فرماتے ہیں کہ قادیان میں کئی نوجوان آپؓ کے مردانہ صحن میں مجلس کر رہے تھے اور چونکہ ان میں سے بعض سگریٹ بھی پیتے تھے اس لئے اس ڈر سے کہ حضرت میاں صاحبؓ اوپر سے نہ آجائیں، کنڈے لگاکر سگریٹ نوشی کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپؓ تشریف لائے، دروازہ کھلوایا، السلام علیکم کہا اور باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور کمرہ میں داخل ہوکر آدمی گنے جو سات تھے۔ خاموشی سے سات الائچیاں جیب سے نکال کر میز پر رکھ کر چلے گئے۔ آپؓ کے جانے کے بعد سب کمرے والے اس لطیف مزاح پر بے اختیار ہنس دیئے مگر اس ہنسی میں جو خفت تھی وہ شاید آج تک اُن کو نہ بھولی ہو۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اباجان اور امی جب کبھی سفر پر جاتے تھے تو مجھے اور بھائی خلیل کو عموّ صاحب کے ہاں چھوڑ جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان میں چچی جان بسبب بیماری روزہ رکھنے سے معذور تھیں مگر سحری کے وقت تہجد کی غرض سے اور کچھ کھانے پر خیال رکھنے کی خاطر باقاعدہ اٹھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ کسی خادمہ کی غلطی پر چچی جان نے ذرا اونچی آواز میں اُسے سخت سست کہا تو عموّ صاحب اُن سے تو کچھ نہ بولے مگر مجھے مخاطب کرکے فرمانے لگے: ''تم جانتے ہو کہ تمہاری چچی جان بیمار ہیں۔ بے چاری روزے تو نہیں رکھ سکتیں البتہ ذکر الٰہی کے لئے اس وقت ضرور اٹھتی ہیں''۔ وہ دن اور رمضان کا آخری روزہ۔ پھر چچی جان نے کبھی سحری کے وقت آواز بلند نہیں کی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ نصیحت صرف مزاح کی ملونی کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے۔ بلکہ آپؓ ایک قادرالکلام فصیح و بلیغ عالم تھے اور ہمیشہ اقتضائے حال کے مطابق کلام فرماتے تھے۔ جب سنجیدگی کی ضرورت محسوس کرتے تو سنجیدگی سے کام لیتے تھے اور جب جلال کا موقعہ ہوتا تو جلال کا اظہار فرماتے۔

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۵۹ء کی ایک رات آٹھ بجے جب مَیں بذریعہ بس ربوہ پہنچا تو ساتھ ہی حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی پہلی رہائش گاہ تھی۔ دل چاہا کہ ابھی ملاقات کرلوں۔ دستک دی تو اندر سے آپؓ کی آواز آئی: کون!۔ خاکسار نے عرض کیا: مَیں عبدالقادر ہوں اور لاہور سے آیا ہوں، ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا: مَیں اس وقت سخت مصروف ہوں، اگر ضروری ہی ملنا ہے تو ایک منٹ کے لئے آجاؤ۔ خاکسار نے آپؓ کی خاص شفقت کے زعم میں کہا کہ اگر ایک منٹ دینا ہے تو پھر مَیں کل حاضر ہو جاؤں گا۔ فرمایا: اگر تم نے کل آنا ہے تو پھر ابھی آجاؤ۔ خیر مَیں اندر چلا گیا۔ آپؓ جلسہ سالانہ کے لئے مضمون کی تیاری میں مصروف تھے۔ چند منٹ بعد خود ہی اجازت حاصل کرکے مَیں واپس آگیا۔ دو چار دن بعد خاکسار کو لاہور میں آپؓ کی چٹھی موصول ہوئی کہ افسوس ہے کہ اس دفعہ کام کی کثرت کی وجہ سے آپ کے ساتھ مفصل بات نہیں ہو سکی۔

محترم مولوی محمد منور صاحب لکھتے ہیں کہ نومبر ۱۹۵۲ء میں جب خاکسار رخصت پر پاکستان گیا تو آپؓ سے مسجد مبارک میں ملاقات ہوئی اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ مَیں نے عرض کیا کہ مشرقی افریقہ میں چار سال دعوت الی اللہ کرکے آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی آپؓ نے مجھے گلے لگالیا...... غالباً آپؓ مجھے ذاتی طور پر نہیں جانتے تھے نہ ہی میرے آباء کی کوئی نمایاں خدمات تھیں، نہ ہی آپکی یہ عادت تھی کہ یونہی سڑکوں پر لوگوں سے گلے ملتے پھریں۔ مجھے بھی آپؓ کے رعب کی وجہ سے معانقہ میں پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن صرف یہ سن کر کہ مَیں نے چند سال افریقہ میں اشاعت اسلام کا کام کیا ہے، آپؓ نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اس رنگ میں للّٰہی محبت کا اظہار فرمایا۔

محترم مولوی صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ اگست ۱۹۶۰ء میں جب خاکسار آٹھ سال بعد ربوہ واپس گیا تو آپؓ کے ہاں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپؓ کے خادم نے اندر سے پیغام لاکر دیا کہ طبیعت ناساز ہے، آج نہیں مل سکیں گے۔ ابھی مَیں نے واپسی کے لئے دو چار قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ دوسرا خادم بھاگا ہوا آیا اور کہا کہ حضرت میاں صاحب یاد فرماتے ہیں۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپؓ پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ رنگ زرد، چہرہ سے تکان اور بے چینی عیاں۔ اپنے پاس ہی بستر پر بیٹھنے کا

ارشاد فرمایااور فرمایا کہ "رات امّ مظفر کو چوٹ آنے کی وجہ سے بے خوابی رہی ہے۔ ان کی بے چینی کی وجہ سے مَیں بھی نہ سو سکا۔ اب ضعف بھی ہے اور گھبراہٹ بھی"۔ اللہ! اللہ!! میری دلشکنی کا آپؓ کو اس قدر احساس تھا کہ اپنی تکلیف بھول گئے۔ حالانکہ اگر اس وقت ملاقات نہ بھی ہوتی تو مجھے آپؓ کے در دولت پر دس مرتبہ جانے میں بھی کوئی دقت وزحمت نہیں تھی۔

مکرم شاہد احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب شدید بیمار ہوئے اور اُن کی حالت نازک ہوگئی تو مَیں گھبرا کر حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے فرمایا: "وہ تو ہمارے پرانے آدمیوں میں سے ہیں۔ مَیں اُن کے لئے دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا"۔ مَیں جب واپس آیا تو والد صاحب کی حالت سنبھل گئی تھی اور شام تک طبیعت بہت بہتر ہوگئی۔

جب حضرت میاں صاحبؓ نے کتاب "سلسلہ احمدیہ" لکھی تو اُس وقت تک آپؓ کے خسر محترم غلام حسن خان صاحب پشاوری غیر مبائع تھے۔ اس کتاب میں غیر مبایعین کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خسر کا خیال آیا تو آپؓ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپؓ نے نہایت عاجزی سے یہ دعا کی کہ "خدایا! تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر تیری تقدیر مانع نہیں تو اُنہیں حق کی شناخت عطا کر"۔ ابھی اس کتاب کی اشاعت پر ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت مولوی صاحب قادیان آکر بیعتِ خلافت سے مشرف ہوگئے۔

حضرت میاں صاحبؓ کو سلسلہ کے اموال کی حفاظت کا حد درجہ خیال تھا۔ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے دفتر کی سٹیشنری اور دیگر اشیاء استعمال نہیں فرماتے تھے اور کارکنوں کو بھی اس امر کی تلقین فرماتے رہتے تھے کہ بعض اوقات غیر ارادی طور پر بھی انسان دفتر کی سٹیشنری وغیرہ سے فائدہ اٹھالیتا ہے اس لئے کبھی کبھی کچھ نہ کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں داخل کروادیا کرو۔ چنانچہ اس کے لئے آپؓ نے صدر انجمن کے خزانہ میں ایک مد بھی جاری کروائی ہوئی تھی۔

ایک دفعہ ربوہ کے ایک حلقہ کے صدر نے ایک ایسی درخواست کی امداد کے لئے سفارش کردی جو فی الواقعہ منظوری کے قابل نہ تھی۔ آپؓ نے وہ درخواست مکرم مولانا محمد صدیق صاحب صدر عمومی کو بھجوادی کہ متعلقہ صدر کو سمجھایا جائے کہ سلسلہ کے اموال کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ پوری تحقیق کے بعد کسی کی درخواست پر سفارش کی جایا کرے۔

محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کی منکسر المزاجی ایسی تھی کہ قادیان کی ایک بوڑھی خاکروبہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور زمین پر بیٹھنے لگی تو آپؓ نے فرمایا: اٹھو، کرسی پر بیٹھو۔ پھر اسے باصرار کرسی پر بٹھایا اور خادم سے اُس کے لئے چائے لانے کو کہا اور بڑی دیر تک ہمدردی سے اُس کے حالات پوچھتے رہے۔

مکرم خان سعداللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں زمانہ طالب علمی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ہاں بارہ پندرہ یوم بطور مہمان رہا۔ رات آپکی بیٹھک کے صحن میں سو جایا کرتا تھا۔ جب صبح اٹھتا تو میرے نزدیک میز پر پانی کا جگ، وضو کے لئے پانی کا لوٹا اور تولیہ موجود ہوتا۔ بچپن کی لاپرواہی کے باعث کبھی یہ خیال نہ آیا کہ یہ سب کچھ کہاں سے آجاتا ہے۔ ایک صبح اذان کے وقت نیم خوابیدہ حالت میں چارپائی پر پڑا تھا کہ حضرت میاں صاحبؓ میری چارپائی کے قریب یہ چیزیں رکھ کر خود مسجد تشریف لے گئے اور اسی طرح روزانہ میرے قیام کے دوران وہ کرتے رہے۔

مکرمہ مبارکہ قمر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے بعد ہم ربوہ پہنچے اور کرایہ پر مکان لیا۔ پھر زمین خریدی لیکن مکان بنانے کیلئے پیسے کی ضرورت تھی جس کے لئے اپنی زرعی زمین بیچنے کا ارادہ کیا اور سودا کرکے ایک ہزار روپیہ بیعانہ بھی لے لیا۔ اسی دوران حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئی تو آپؓ نے سختی سے منع فرمایا کہ زرعی زمین ہرگز فروخت نہیں کرنی، یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ زمین بیچ کر مکان بناؤ۔ مَیں نے گھبرا کر عرض کیا کہ اب تو سودا پختہ ہوچکا ہے۔ لیکن آپؓ بار بار یہی فرماتے کہ زمین نہیں فروخت کرنی، مکان بن جائے گا، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ آپؓ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پورے فرمائے۔ چنانچہ زمین کا گاہک کسی وجہ سے لیٹ ہوگیا اور اس طرح سودا فسخ ہوگیا لیکن سودا فسخ ہونے کی خوشی میں ہم نے بیعانہ کی رقم بھی اُس کو واپس کردی جو ہمارا حق تھی۔ پھر انجمن سے تین ہزار روپیہ قرض لیا اور مکان کی بنیادیں رکھ دیں۔ کام شروع ہوا تو جب تک مکان بنتا رہا، کہیں نہ کہیں سے رقم آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ فصل بھی غیر معمولی طور پر اچھی ہوگئی۔ اور مکان بنتے بنتے پوری کوٹھی تیار ہوگئی۔ جو حصہ مکان اُس وقت نہ بنایا پھر نہ بن سکا۔ اب اکثر کف افسوس ملتے ہیں کہ اگر اُس وقت بنالیتے تو اللہ تعالیٰ کا فضل جاری تھا، ضرور بن جاتا۔

محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب کے ایک عزیز کو سلسلہ کی طرف سے کچھ سزا ملی تو محترم ملک صاحب نے حضرت میاں صاحبؓ سے سارے واقعات بیان کرکے عرض کیا کہ بحیثیت صدر نگران بورڈ آپؓ تحقیقات کریں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ اُس دوست کی اکثر باتیں درست ہیں اور تحقیقات پوری طرح ہونی چاہئے تھی لیکن چونکہ سزا خلیفہ وقت کی طرف سے ہے لہٰذا وہ دوست بلاشرط معافی مانگیں، پھر ان کے عذرات کی طرف توجہ دی جائیگی۔

محترم پروفیسر بشارت احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں اسمبلی کے الیکشن کے

سلسلہ میں پولنگ کا انتظام جس کارکن کے سپرد تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اُن کی مساعی پر خوش نہ ہوئے۔ اگلے روز ایک مجلس میں خاکسار نے حضرت میاں صاحبؓ کی موجودگی میں کہا کہ فلاں صاحب کی سستی کی وجہ سے کافی نقصان ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحبؓ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: ان کی جگہ اگر آپ ہوتے تو کیا وہ سب کچھ کر لیتے جو حضور چاہتے ہیں؟ خلیفہ وقت کا حق ہوتا ہے کہ وہ ہماری سستی و غفلت پر تنبیہ کرے لیکن ہر کس و ناکس کا حق نہیں کہ وہ حرف گیری کرے بلکہ اپنی فکر کرنی چاہئے کہ مَیں نے کیا کیا ہے؟!۔

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کے ایک دیرینہ دوست سے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ ناراض ہوگئے تو انہوں نے کسی ذریعہ سے حضرت میاں صاحبؓ کو پیغام بھجوایا کہ ملنا چاہتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: حضرت صاحب اُس سے ناراض ہیں، پہلے حضرت صاحب سے معافی لے، پھر ملوں گا۔

مکرم فیض الحق خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ جماعت کوئٹہ نے بعض معاملات کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا اور اس خیال سے کہ یقینی طور پر حضورؓ کی خدمت میں پیش ہو جاوے، حضرت میاں صاحبؓ کی معرفت ارسال کردیا۔ لیکن آپؓ نے وہ خط جماعت کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت صاحب کا خط کسی کی معرفت ارسال کرنا خلاف ادب ہے۔

محترم سید میر داؤد احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں ایک دن مَیں نے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں بعض انتظامی نقائص کا ذکر کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ آدمی کو سوچ کر بات کرنی چاہئے۔ اصل کام انتظام کا امام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اسی کی ہدایات کے ماتحت تدابیر اختیار کی جاتی ہیں جو بعض دفعہ بظاہر غلط نظر آتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد امام کو حاصل ہوتی ہے اور وہی درست ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے وہی بہتر ہوتا ہے جو امام فیصلہ کرتا ہے۔ باقی لوگوں کو چاہئے کہ زور اس کی اطاعت پر دیں، نہ کہ خود اپنی طرف سے تجویزیں تیار کریں۔

Growing Intolerance

Violence and intolerance has infiltrated into the very essence of our society. The brutal killing of five Ahmadis offering their morning prayers near Sialkot in the early hours on Oct. 30, is absolutely deplorable. Murder in the name of religion is the most horrendous crime imaginable, and must be condemned in outright terms.

But ours is an apathetic nation that does not bat an eyelid. Let us not forget though, that this indifference is tantamount to condoning a heinous injustice, if not tacit complicity with the perpetrators of the same.

The Press, by and large has failed to highlight this gross brutality, and give a rap to our collective consciences. At this point, I would like to commend *Dawn* for its thought-provoking editorial relevant to this issue. At the same time, however, comes the sad realization that the rot has really set in, because now flagrant crime is generally failing to inspire the horror that it deserves.

Dr. Shahida Bashir, Karachi

****

Growing Intolerance

We, the following teachers of the University of Karachi, condemn the growing incidence of violence against religious minorities in various parts of the country.

Such acts are increasingly becoming a norm. We demand that the government provide security to the minorities and their constitutional rights be protected. Failing to do so will further damage our national unity, alienate our nation from the world and deprive us of the much needed foreign investment to help us come out of looming economic catastrophe.

Dr. Riaz Ahmed & Four Other Teachers, Karachi